



علاج لمرض تشاف من جرب الورد
صاحبها صاحب طب شراب سماع پورے نئے نسخے کے ساتھ
قلم کی چھپرے پر

مواضع

غَنَارُ وَسَمَاعِ أَصْفِيَا

۱ ۲ ۳ ۴ ۵

تصنيف

حضرت شاہ ابوالحسن زید فاروقی

ناشر

شاہ ابوالخیر اکادمی شاہ ابوالخیر مارگ، دہلی-۶



حاجی ابوالخیر اعلیٰ لائبریری میں
ممبر کی پتہ چھاپہ سٹ شراب سٹ
3391

یعنی

غنا و سماع اصفیا

۱۰ م ۲۱

تصنیف

حضرت شاہ ابوالحسن زید فاروقی

ناشر

شاہ ابوالخیر اکاڈمی، شاہ ابوالخیر مارگ، دہلی-۶

86560

جملہ حقوق محفوظ

۱۳۱۱ھ ۱۹۹۱ء

86560

کتاب کا نام: صریح البراع للارتشاف من حمیما السماع

معروف بہ

غنا و سماع اصفیاء

صفحات: ۵۶

مصنف: حضرت مولانا شاہ ابوالحسن زید فاروقی

مہتمم: ابوالنصر انس فاروقی (ڈائریکٹر)

معاون: محمد ادریس قریشی مکان ۲۴۰۰ کوچہ میر ہاشم شاہ ابوالخیر مارگ دہلی ۶

طابع و ناشر: شاہ ابوالخیر اکادمی

شاہ ابوالخیر مارگ، ترکمان گیٹ دہلی - ۶

کتابت: محمد منظور الدین ۲۶۵ - مٹیا محل، دہلی ۶

تعداد: ایک ہزار

قیمت: ۹ روپے

مطبع: کلر پرنٹنگ پریس دہلی



فہرست "غنا و سماع اصفیاء" ۱۴۱۰ھ

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۳۱	علامہ اہل مقدسی کا قول	۳	فہرست
۳۱	امام غزالی کا ارشاد	۵	تبصرہ
۳۱	علامہ مقدسی کی تنقید	۲۰	ابتدائیہ
۳۱	حضرت محاسبی اور امام احمد	۲۰	القول السنی کی تالیف
۳۲	امام احمد کی اسماعیل کو نصیحت	۲۰	رسالہ صریح الیراع کی تحریر
۳۲	حضرت ممشاد دینوری کا ارشاد	۲۰	جناب قاضی سجاد حسین کا پسند کرنا
۳۲	امام غزالی کا ارشاد	۲۱	قاضی سجاد حسین کی وفات
۳۵	لحن داؤدی	۲۱	قطعہ تاریخ وفات
۳۵	ایک حدی خواں کا واقعہ	۲۱	رسالہ کا تاریخی نام از مولانا خیالی
۳۶	قصہ حادی جناب انجشہ	۲۱	غنا و سماع اصفیاء ۱۴۱۰ھ
۳۷	مشکات میں مسلم کی روایت	۲۲	بِسْمِ اللّٰهِ وَحَمْدُہٗ
۳۸	قریش کی ایک عورت کی نذر	۲۲	حجۃ الاسلام امام غزالی
۳۸	طلع البدر علینا	۲۲	علامہ اسنوی کی تعریف
۳۹	امام ابراہیم بن سعد کا واقعہ	۲۲	علامہ شہاب الدین نویری کنڈی
۳۹	امام احمد و امام مسلم آپسے روایت کرتے ہیں	۲۳	علامہ عبد الغنی نابلسی کا رسالہ
۴۰	گانے والی لونڈی کو ابن عمر نے فروخت کرایا	۲۳	علامہ ابوالموہب
۴۰	اتباع سنت میں ابن عمر کا مسلک	۲۳	حضرت قاضی ثنار اللہ پانی پتی
۴۰	مزمور شیطان کا کہنا	۲۳	غنا اور سماع کو حرام کہنے والوں کا استدلال
۴۱	حضرات صحابہ نے غنا، دف، عود سنا ہے	۲۵	کلام الہی سے
۴۰	حضرات تابعین نے سنا ہے	۲۶	سنت نبوی کی ۲۸ روایتوں سے

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۵۱	حضرت عبدالقدوس گنگوہی کو دیکھو	۴۱	امام شافعی نے گانے والی کا گانا سنا
۵۲	حضرت معوذ کی بیٹی ربیع کا واقعہ	۴۱	امام ابراہیم حضرت ابوحنیفہ کے شاگرد کا عمل
۵۲	حضرات ائمہ کا مسلک	۴۳	علامہ دقیق بن العید کا ارشاد
۵۳	الاقناع کی عبارت	۴۳	علامہ عبدالغنی نابلسی نے لکھا ہے
۵۳	شیخ شہاب الدین سہروردی کا ارشاد	۴۵	آپ کی عبارت کا مفہوم
۵۳	شاہ نقشبند کا ارشاد	۴۶	سیاست شرعیہ کی اساس
۵۴	مولانا محمد سالار کو نصیحت	۴۷	حضرت نابلسی کا قول درست ہے
۵۴	آپ کا لکھنا کہ غنا حرام سے کب درست ہے	۴۸	قیامت تک نیک بندے رہیں گے
۵۴	یہ لکھنا غنا بالمرزا میر کفر ہے بے جا ہے	۴۸	بچوں کی بانسری نے حضرت والد کو تڑپا دیا
۵۴	مرزا میر کو حلال کہنے والا ہرگز کافر نہیں	۴۹	علامہ ابوالمواہب کا ارشاد
۵۵	سئو اہل وجد تین قسم کے ہیں	۴۹	حضرت قاضی ثنار اللہ عثمانی پانی پتی
۵۵	ایک گروہ حزب اللہ ہے جو بے اختیار ہو کر وجد کرے	۴۹	شاہ عبدالعزیز آپ کو بیہوشی وقت کہتے تھے
۵۵	دوسرے جو احوال حاصل کرنے کے لئے وجد کرتے ہیں وہ بھی محمود ہیں۔	۴۹	حضرت منظر جان جاناں علم اہدیٰ کہتے تھے
۵۵	تیسرے وہ جو یہ تکلف کرتے ہیں وہ فاسق ہیں	۵۰	مولانا محمد سالار کو آپ کا خط
۵۵	یہ ہے علمائے اعلام کا مسلک جو ہمارے لئے حجت ہے	۵۱	حکم سرود و مرزا میر و غنا کا بیان
۵۶	مسک الختام مسلک شاہ ولی اللہ	۵۱	مکتوب کے حصہ اول کا ترجمہ
			اہل اسلام کی تکفیر میں جلدی نہ کرو

تبصرہ مولانا محمد نعیم اللہ خاں خیالی، محلہ قاضی پورہ۔ بہرائچ

حضرت علامہ شاہ ابوالحسن زید فاروقی دہلوی اور ان کا فن تحریر

نَحْمَدُهُ وَنُصَلِّي عَلَى رَسُولِهِ الْكَرِيمِ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الف۔ شخصی تعارف۔ آپ کا خاندان؛ نسلی طور پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دوسرے خلیفہ امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ آپ کے تینتا لیسویں دادا ہوتے ہیں اور اسی سلسلہ سے حضرت شیخ احمد مجدد الف ثانی سرہندی قدس سرہ آپ کی دسویں پشت میں تھے اور حضرت شاہ ابوالخیر عبداللہ فاروقی آپ کے والد بزرگوار کا نام نامی ہے۔ آپ کی پیدائش بروز منگل ۲۵ رمضان ۱۳۲۳ھ مطابق ۱۳ نومبر ۱۹۰۶ء کو حضرت میرزا مظہر جان جاناں شہید کی خانقاہ شریف دہلی میں ہوئی، جو اب درگاہ حضرت شاہ ابوالخیر کہلاتی ہے۔ آپ کے بڑے بھائی حضرت شاہ بلال ابوالفیض فاروقی اور آپ کے چھوٹے بھائی حضرت شاہ سالم ابوالسعد فاروقی کی وفات ہو چکی ہے۔ آپ کی ذات ان دونوں حضرات میں وسط کا درجہ رکھتی ہے اور غالباً اس حسن اتفاق کا اثر آپ کی پوری زندگی، آپ کے مزاج و مسلک پر پڑا ہے۔

۲۔ تعلیم و تربیت: آپ کے حضرت والد نے اپنے تینوں صاحبزادوں کی تعلیم و تربیت مخصوص طریقہ پر فرمائی۔ افغانستان کے علماء و صلحا میں سے ہر صاحبزادے پر ایک ایک شخص مقرر تھا۔ صاحبزادوں میں سے کوئی بھی گھر سے باہر تنہا بغیر مرنی کے نہیں جاسکتا تھا۔ کھیلنا، ہنسی مذاق کرنا، پڑھنا لکھنا سب پاک مخلصین کے درمیان تھا۔ سید امجد علی شاہ سر دھنوی کے مشورے سے صاحبزادوں کو انگریزی اسکول میں داخل کرایا۔ آپ نے درجہ سات تک وہاں تعلیم حاصل کی۔ اسکول کی تعلیم کی وجہ سے تینوں صاحبزادے خاندانی فضائل کے طور پر حفظ کلام مجید نہ کر سکے جس کا آپ صاحبان کو بہت افسوس رہا کیونکہ آپ صاحبان کے والد بزرگوار سے بابائے دہم حضرت مجدد تک سبھی حافظ قاری عالم صوتی، شاعر اور اہل قلم رہے ہیں۔

اسکول کی تعلیم چھوٹنے کے بعد ۱۳۳۹ھ میں تینوں صاحبزادوں کا داخلہ حضرت صاحب نے دہلی

کے مدرسہ مولوی عبدالرب میں کرادیا۔ حضرت موصوف نے ۱۳۲۴ھ تک حدیث شریف کا دورہ ختم کر کے فراغت حاصل کر لی۔ چونکہ حضرت شاہ ابوالخیر قدس سرہ تعلیم و تربیت سے طالب علم کو علم و عمل سے لذت آشنا کر دیا کرتے تھے اس لئے ہندوستان میں دینیات کے نصاب کے بعد آپ برادر خرد حضرت سالم ابوالسعد کے ہمراہ ۱۳۲۹ھ میں مصر تشریف لے گئے اور ۱۳۵۴ھ میں باقاعدہ امتحان دے کر اعلیٰ نمبروں سے وہاں کی عالمیت کی سند حاصل فرمائی۔

ہندوستان اور عربستان میں آپ کے قابل ذکر اساتذہ: مولوی حافظ حکیم سید عبدالجلیل ڈاسنوی ساکن مدقون جردل ضلع بہرائچ۔ مولوی محمد عمر صاحب محلہ مداپور قصبہ گھوسی ضلع منو یوپی۔ ملا امان اللہ صاحب ساکن سریاب، کونڑہ بلوچستان۔ مولوی خیر محمد ساکن شلگر، افغانستان۔ مولانا عبدالعلی میرٹھی تلمیذ مولانا قاسم و احمد علی۔ مولانا محمد شفیع داماد شیخ الہند مولانا محمود احسن۔ مولانا حکیم جی محمد منظر اللہ۔ مولانا محبوب الہی مولانا عبدالوہاب صاحب۔ مصر میں مولانا یوسف دیجوی۔ استاذ الاساتذہ علامہ دسوقی۔ استاذ الاساتذہ علامہ شیخ بحیث المطبعی الحنفی۔ شیخ علی شائب شافعی۔ شیخ راسخ ترکی حنفی۔ شیخ محمد حبیب اللہ شفقینی مالکی۔ سید محمد عبدالحی المغربی۔ شیخ بدرالدین محدث دمشق۔ مولانا ابوالفیض ابوالاسعاد محمد عبدالنار صدیقی دہلوی نکی۔ مولانا السید الشریف احمد السنوسی۔ آپ نے ان جلیل القدر افراد سے اور مولانا عبداللطیف رحمانی اور اپنے ابن العم شیخ ابوالشرف عبدالقادر مہاجر مکہ سے حدیث شریف کی نہایت اعلیٰ اسناد حاصل کی ہیں۔

۳۔ علمی پایہ: دینی اہل قلم میں آپ کے علمی پایہ کا دستاویزی ثبوت تو دراصل آپ کے گراں قدر تراجم تصانیف اور تالیفات و مضامین ہیں۔ البتہ اس کی مزید توثیق آپ کے معترف و قدر شناس اُن علماء کرام سے ہوتی ہے جنہوں نے آپ کی کتابوں یا مقالوں پر اظہار رائے کیا ہے، مثلاً ۱۔ مولانا سید محمد میاں شیخ الحدیث ۲۔ مفتی عتیق الرحمان عثمانی ۳۔ مولانا قاضی سجاد حسین مدیر و شیخ الحدیث مدرسہ عالیہ فتحپوری ۴۔ مولانا عبدالماجد دریا بادی ۵۔ مولانا سعید احمد اکبر آبادی ۶۔ مفتی سید عبدالداؤد جلالی ۷۔ مفتی سید مہدی حسن شاہ، بھہا پوری ۸۔ ڈاکٹر عبدالستار خاں حیدر آبادی ۹۔ ڈاکٹر مسعود حسین خاں وائس چانسلر جامعہ ملیہ دہلی ۱۰۔ مولانا عبید الرحمن خان شروانی وغیرہم۔

۴۔ تحریری کارنامے: آپ کے مشائخِ حیات میں خاص کر تعمیر و مرمت و تحفظ مساجد و مزارات ہیں۔ اس کے علاوہ جمع کتب علمیہ و ادبیہ بھی آپ کا عزیز مشغلہ ہے۔ چنانچہ خانقاہ شریف میں آپ نے

نہایت قیمتی کتب خانہ ذاتی طور پر قائم فرمایا ہے جس میں مختلف علوم و فنون اور عربی فارسی اردو کی مطبوعہ و مخطوطہ کتب ہزاروں کی تعداد میں جمع کی ہیں۔ کچھ کتابیں اپنے حضرت والد ماجد سے ورثہ میں ملی ہیں۔ اس کے علاوہ نشر و اشاعت کا ایک ادارہ ہے جو آپ کے فرزند دہلند ڈاکٹر محمد ابو الفضل نارتی (متوفی شنبہ ۷ شوال ۱۳۸۴ھ، جولائی ۱۹۸۴ء) نے قائم کیا تھا اور اب اس کے منتظم ڈاکٹر صاحب کے فرزند حضرت ابو النصر انس سلمہ اللہ و حفظہ ہیں اور آپ ہی صاحب سجادہ ہیں اور آپ کے دادا حضرت نگرانی فرما رہے ہیں۔

ان تعمیری و افادتی مشاغل میں آپ کا محبوب ترین مشغلہ علمی کتابوں کا مطالعہ کرنا اور فوائد کا لکھنا ہے۔ جب آپ کوئی کتاب تالیف کرتے ہیں تو اس سے متعلق قیمتی کتابیں خریدتے ہیں اور پھر تحریر کرتے ہیں ہم آپ کی مطبوعہ کتب کی فہرست پیش کر رہے ہیں۔

- ۱۔ بزم خیر از زید در جواب بزم جمید اردو ۱۳۴۳ھ ۱۱۔ مقامات اخبار فارسی ۱۳۹۴ھ
- ۲۔ مجموعہ خیر البیان اردو ۱۳۴۳ھ ۱۲۔ حضرت مجدد اور ان کے ناقدین اردو ۱۳۹۶ھ
- ۳۔ مناجح السیر مدارج الخیر فارسی ۱۳۴۶ھ ۱۳۔ سوانح حیات شاہ بلال " ۱۳۹۹ھ
- ۴۔ اشکھائے غم فارسی ۱۳۴۷ھ ۱۴۔ رسالہ رسائل معرفت افزا " ۱۳۱۰ھ
- ۵۔ خیر المقال در رویت ہلال اردو ۱۳۴۸ھ ۱۵۔ مولانا اسماعیل و تقویۃ الایمان " ۱۳۰۴ھ
- ۶۔ ما ز اقال الائمہ فی ابن تیمیہ " ۱۳۹۵ھ ۱۶۔ ہندوستانی قدیم مذاہب " ۱۳۱۰ھ
- ۷۔ مسد ضبط ولادت " ۱۳۸۹ھ ۱۷۔ مقدمہ و اختتامیہ " ۱۳۱۰ھ
- ۸۔ منہج الالبا (فارسی میں بھی) " ۱۳۹۰ھ ۱۸۔ سوانح بے بہائے امام اعظم البوصیفہ " ۱۳۱۱ھ
- ۹۔ وحدۃ الوجود " ۱۳۹۰ھ ۱۹۔ غنائرو سماع اصفیا " ۱۳۱۱ھ
- ۱۰۔ مقامات خیر " ۱۳۹۲ھ

ان کے علاوہ مرتب مسودات بھی ہیں جو ابھی تک شائع نہیں ہوئے ہیں جو حسب ذیل ہیں۔

- ۱۔ اختیار المزید فی اعراب الآیۃ و کلمۃ التوحید عربی ۴۔ الحجہ فی مسأله اللحیۃ و القبض فارسی
- ۲۔ الاسانید العالیۃ مع صور الشہادۃ " ۵۔ النبقات من الطبقات عربی
- ۳۔ القول السنی فی الذب عن الشیخ عبدالغنی فارسی ۶۔ المساجد المہجورہ " (ص ۵۰۰)

۱۔ تقویم خیری اردو مجموعہ از مطبوعہ وغیر مطبوعہ ۲۶ تالیفات

ب۔ اسلامی نقطہ نظر سے فن تحریر کے بنیادی اصول: ہر فن کی طرح تحقیق اور تنقید کے کچھ بنیادی اصول ہوتے ہیں جن کی پابندی سے کوئی تحریری کارنامہ قابل قدر عظیم اور موثر ہوتا ہے اور ان ہی کی روشنی میں اس کی قدر و قیمت کے تعین کا انحصار ہوتا ہے۔

یہاں چونکہ ہمارا موضوع اسلامی مذہبیات سے متعلق ہے اور اس کے صاحب تحریر ایک جمید عالم اور صاحب طریقت ہیں اس لئے ذیل میں بطور مختصر چند ضروری امور کو بطور بنیادی اصول کے پیش کیا جا رہا ہے جو ایک مومن کے لئے صرف لائق اختیار ہی نہیں بلکہ عین تقاضائے دین و ایمان ہیں اور ان پر عمل پیرا ہو کر ہی خود کو مسلم سمجھنے اور سمجھے جانے کی ذمہ داری سے عہدہ برآ ہوا جاسکتا ہے، ملاحظہ ہو۔

۱۔ تحقیق معیار: چونکہ ایک مومن و مسلم کے لئے تحقیق کا معیار صرف وہی ہے جس میں شک و شبہ کی گنجائش قطعاً نہ ہو اس لئے کہ ایمان اور رزق یعنی شک ایک دوسرے کی ضد ہیں جو ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتے اور تحقیق دراصل نام ہے امر حقیقت کی یقینی بازیافت کا، یہ مقام صرف الکتاب یعنی قرآن مجید ہی کو حاصل ہے اور وہ ساری دنیا میں تنہا و بے نظیر کتاب ہے جو بعینہ منزل من اللہ اور حفظ الہی کے تحت دائماً محفوظ ہے اس کی عبارات و الفاظ میں کسی قسم کی تحریف رد و بدل اور کمی بیشی نہیں۔

لہذا یہی اولین و معتبر ترین معیار تحقیق ہے، وہ معیار جو حق و باطل کے درمیان فرق یعنی تمیز بتلانے والا ہے اور اس لئے بجز اللہ کی نازل کردہ سند (وحی قرآنی و سنت نبوی) کے محض اپنی من گھڑت باتوں پر بحث نہ کرے کیونکہ امر حق کے علاوہ جو بھی ہے وہ گمراہی ہے، اس میں ظن (اٹکل) سے کام لینا جاہلیت ہے۔ (بقرہ ۱، بنی اسرائیل ۸۱، حدیث مشکات ثانی۔ الکسب عن حسن بن علی رواہ احمد، ماخذہ ۵، اعراف ۱، آل عمران ۱۲۵، یونس ۳۲، ۳۶)

۲۔ تقویٰ: اسلامی سوسائٹی میں انسان سازی اور تہذیبِ ادب میں تقویٰ کا اعلیٰ مقام ہے، یہاں تک کہ قرآن پاک جو کتاب ہدایت ہے اس سے ان ہی کو رہنمائی مل سکتی ہے جو اہل تقویٰ (متقین) ہیں، اور متقی وہی ہیں جو اللہ کی طرف سے رسول کی لائی ہوئی صداقت (یعنی قرآن و سنت) کو سچ مانیں۔ اور ظالم ہیں وہ جو اللہ کی طرف سے آئی ہوئی صداقت کو جھٹلاتے ہیں۔ (بقرہ ۲، زمر ۳۲، ۳۳)

۳۔ عمل تحقیق: متذکرہ بالا ہر دو بنیادی اصولوں کا منطقی و بدیہی نتیجہ یہ ہے کہ احقاقِ حق یعنی امر حقیقت

کو ثابت کرنے کے لئے بات کا مستند ہونا ضروری ہے۔ یہی صحیح و مضبوط طریقہ ہے۔ (یوسف ص ۴)
 ۴۔ تفکر و بصیرت: یعنی دھیان کرنا اور غور و خوض سے کام لینا ایک امر معقول ہے۔ الکتاب میں۔ دیگر
 کتب میں۔ آفاق و انفس میں اور حیات دنیاوی و اخروی کے تمام امور میں البتہ مومن اس میں مطلق الغنا
 نہیں کیونکہ وہ انسان کے محدود علم بھر کا مکلف ہے۔ دعوت الی اللہ یعنی خدا کے احکام بتانے میں بصیرت
 یعنی سوجھ بوجھ کو مد نظر رکھے۔ اور یہ کہ انسان اپنے حق میں خود بصیرت ہے یہ اور بات ہے کہ پڑا ڈالے رہے
 اپنے بہانے۔ اسی طرح اولی الابصار کے معنی عبرت یعنی خبرداری ہے واقعات میں۔ (بقرہ ۲۱۹-۲۲۰-۲۲۱۔ جاثیہ
 ۱۰۸-۱۰۹۔ قیامت ۵-۶۔ آل عمران ۱۳)

۵۔ تحکم و فیصلہ: الکتاب کے مطابق کرے جو کہ حق یعنی صحیح علمی بات ہے۔ اس کے برخلاف جاہلیت
 یعنی غیر علمی امر ہے۔ اسی طرح سنت نبوی کو بھی فیصلے کی بنیاد بنانا ناموزن اللہ ہے۔ نیز اجتہاد صاحب
 رائے یعنی ائمہ فقہ کے حوالہ سے کرے اور تحکم انصاف، بے تعصبی، غیر جانبداری، صحیح استدلال و شہادت کے
 پیش نظر کرے اور بحالت ہوش و آگاہی کرے غیر جذباتی موڈ یا دشمنی میں نہیں۔ اور یہ کہ مثبت و منفی ہر دو
 جانب پر دھیان دے۔ (بقرہ ص ۲۱۱۔ مادہ ۴۸، ۵۰۔ نسا ص ۶۵۔ مشکات ثالث عمل بالقضا و ۲ عن معاذ
 بن جبل رواہ ترمذی و ابوداؤد و دارمی۔ پھر نسا ص ۵۸۔ پھر مادہ ۲-۴۲۔ نیز مشکات ثالث عمل بالقضا و ۲
 عن علی رواہ ترمذی و ابوداؤد و دارمی)

۶۔ شان اظہار یعنی تقریر ہو یا تحریر مسلک اعتدال پر گامزن رہنا اور توازن برقرار رکھنا اعلیٰ انسانی اور
 اسی لئے دینی صفت ہے۔ چنانچہ مخالفت و اعتراض کے زجاج میں حد سے تجاوز نہ کرے۔ (بقرہ ص ۱۹۲)
 ۷۔ اثبات و استناد کے لئے حوالہ کا بہ لحاظ ترتیب کتاب وغیرہ مکمل ہونا ضروری ہے تاکہ تصدیق ہو سکے
 کہ یہ سند درست ہے اور حوالہ یقینی، غیر مشکوک و معتبر ہو تحریف وغیرہ سے پاک ہو۔ نیز یہ کہ ماخذ کا اعلیٰ درجہ
 بلا واسطہ ہونا ضروری ہے جبکہ بالواسطہ ماخذ تصدیق و تکذیب کو کافی نہیں، یہ کار تحقیق کا گھٹیا درجہ
 ہے۔ (نمل ص ۲۳، صفت ص ۵۲-۵۳۔ مشکاة اول۔ اعتصام فاعن سعد ابن ابی وقاص رواہ بخاری)

ج۔ داخلی شہادت: متذکرہ بالا اصولی امور کے بعد اب ہم حضرت علامہ موصوف کے نتائج تحریر
 پر داخلی شہادتیں پیش کر رہے ہیں جن سے آپ کے قلم کا یہ وصف فنی حیثیت سے نمایاں نظر آسکے گا۔ گونا گوں
 موضوعات و مسائل پر آپ کی تحریر کردہ مطبوعہ کتابوں اور مقالوں میں سے داخلی شہادتیں ہم

بطور نمونہ صرف تین کتابوں پر گفتگو کر رہے ہیں ملاحظہ ہو:-

اول: چنانچہ حضرت علامہ موصوف نے اپنی پہلی مطبوعہ کتاب ”بزم خیر“ طبع دہلی ۱۳۴۳ھ بمطابق ۱۹۵۳ء بمطابق بزم جمشید (از مقبول حسین وصل بلگرامی) کے ملفوظات ۲۷ ص ۲۶ پر اپنے خصوصی طریقہ کار کے متعلق تحریر فرمایا ہے۔

”میں پہلے اصل واقعہ کو بلا کسی تبصرہ و نقد کے لکھتا ہوں۔ پھر بزم جمشید کی عبارت حرف

بہ حرف نقل کروں گا اور پھر میرا تبصرہ تحت عنوان ”هَذَا ابْصَارٌ لِلنَّاسِ هُوَ كَمَا“ (بزم خیر ص ۱۱)

آپ کی مذکورہ کتاب ان ہی امور کی ترتیب وار پیش کش کے ساتھ شروع سے آخر تک چلی گئی ہے۔

اس سلسلہ میں حضرت علامہ موصوف نے چشم دید سوانح نگار کے حوالے سے اصل واقعہ نقل کیا ہے پھر

بزم جمشید کی عبارت نقل کی ہے جس میں معترض نے بنا کسی حوالہ کے زبانی بیان کو اپنے الفاظ میں

تحریر کیا ہے اور پھر اس کے بعد حضرت علامہ موصوف نے معترض کی بے سند تیس غلط بیانیوں کی نشا

دہی اپنے تبصرہ میں کی ہے۔

دوم: حضرت علامہ موصوف کی کتاب ”حضرت مجدد اور ان کے ناقدین“ طبع اول دہلی ۱۳۹۴ھ بمطابق ۱۹۷۷ء

میں شاہ فتح محمد فتحپوری چشتی صاحب ”مناقب العارفين“ کے متعلق باوجود کلیتاً متفق نہ ہونے کے لکھتے ہیں:

”شاہ فتح محمد... کا اندازِ تحریر بتا رہا ہے کہ وہ اپنے بیان میں سچے ہیں... چلتے چلاتے ایک

چوٹ کر گئے کہ ہم اہل وجد و سماع اگرچہ ان کی نظر میں فاسق ہیں لیکن ہم نے راہ انصاف

نہیں چھوڑی اور ظننوا المؤمنین خیراً کو بھی نہ بھولے“ (حضرت مجدد ص ۱۲۷)

اسی طرح داراشکوہ صاحب ”سفینۃ الاولیاء“ تحریر ۱۰۶ھ کے اکثر غلط خیالات سے حضرت علامہ

موصوف کو دیگر علمائے حق کی طرح اتفاق نہیں جو شاہزادے نے اپنی اور کتابوں میں ظاہر کئے ہیں مگر

اُس نے سفینۃ الاولیاء میں حضرت مجدد کے متعلق جو کچھ لکھا ہے از روئے انصاف اسکی شہادت کو معتبر قرار دیا ہے۔

”اداخل احوال میں آپ پر بعض لوگوں نے ہمت لگائی کہ وہ اپنے مرتبہ کو خلفائے راشدین کے مرتبہ

سے زیادہ سمجھتے ہیں لیکن یہ بات خالص افتراء ہے“ (حضرت مجدد ص ۱۲۲ بحوالہ سفینۃ الاولیاء بطبوعہ ۱۸۴۲ھ بمطابق ۱۹۸۸ء)

کیونکہ مذکورہ بیان کی تصدیق حضرت علامہ موصوف نے دوسری کتابوں سے بھی کر لی ہے مثلاً کتاب ”انوار احمدیہ

اور ہدیہ مجددیہ فارسی میں اور الکلام المنجی بہ رد ایرادات البرزنجی“ وغیرہ۔ لہذا یہاں یہ کہنا اہل تشکیک کا

بے معنی ہوگا کہ حضرت علامہ موصوف نے صرف اپنے موقف کی حمایت میں ایک ناپسندیدہ شخص کا حوالہ تحریر فرمایا

حضرت علامہ موصوف کی شہادت حق۔ بے تعصبی اور غیر جانبداری کے امتحان کا ایک نازک مرحلہ ہے کہ آپ کا نسلی تعلق حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ سے ہے۔ اور ان کے ہم عصر شیخ عبدالحق صاحب محدث علیہ الرحمہ نے شیخ سرہندی پر غلط وجوہ سے اعتراضات کئے ہیں جن کو لوگوں نے اپنی غلط خواہشات اور شرانگیز مقاصد کے لئے کافی استعمال بھی کیا ہے۔ خود حضرت شیخ کے اعتراضات حضرت مجدد پر بعض جگہ بہت ہی نامناسب الفاظ میں بیان ہو گئے ہیں۔ ان سب باتوں کے باوجود شیخ عبدالحق صاحب کے متعلق کس حسن ظن اور نگاہ انصاف سے کام لیتے ہوئے تحریر فرما رہے ہیں ملاحظہ ہو:-

اُندریں احوال (یعنی حضرت علامہ موصوف جن مقدمات پر اوپر گفتگو کر چکے ہیں ان کے سیاق میں) اگر جناب شیخ دوسرے نیم ملا کی طرح آپ کو (حضرت مجدد کو) کافر اور واجب القتل قرار دے دیتے تو کوئی بڑی بات نہ تھی لیکن آپ کا اتقار، آپ کا اولیائے پروردگار سے ارتباط اور آپ کا علم آپ کے کام آیا اور اللہ تعالیٰ کا فضل شامل حال ہوا آپ نے تکفیر نہیں کی بلکہ زجر و توبیح کے حدود میں معاملے کو دائر رکھا۔ (حضرت مجدد ص ۱۵۲)

اب ہم حضرت علامہ موصوف کے تحکم و فیصلہ کے سلسلہ میں آپ کے کار تحقیق کا وہ عظیم الشان پہلو پیش کر رہے ہیں جس سے دور حاضر کے غیر ذمہ دار اور بے احتیاط محققین کی شان تحقیق کا پردہ فاش ہوتا ہے۔ دور حاضر کے مشہور اہل قلم خلیق نظامی صاحب کی کتاب "حیات شیخ عبدالحق" طبع ۱۳۸۴ھ میں ص ۱۹۶۴ء میں صلاً ایک پرانی بحث کو جو صدیوں سے چلی آرہی ہے موجودہ دور میں معرکہ الآراء انکشاف راز یا تحقیق انیق کے طور پر ص ۳۱۲ سے ص ۳۲۲ تک معرض بحث و ثبوت میں لایا گیا ہے۔ سب سے پہلے تحقیق سے صرف نظر اور محنت و تلاش کی کوتاہی کے متعلق ملاحظہ ہو حضرت علامہ موصوف لکھتے ہیں کہ:-

"حیات عبدالحق میں پیش کردہ جناب شیخ محدث کے طویل مکتوب میں ایک ہی فقرہ کو دو طرح نقل کیا گیا ہے ص ۳۱۵ پر (دہم ہمہ پس رواؤ) اور ص ۳۱۹ پر یوں تحریر ہے (ہمسره اویم) اور مکتوبات مجدد طبع احمدی دہلی ۱۲۸۸ھ اور نو لکشور کے مکتوبات مجدد مطبوعہ ۱۲۹۴ھ میں (دہم ہمیرہ پس نزد او) اور مکتوبات مجدد مطبوعہ نور احمد پسروری طبع ۱۳۳۳ھ میں (دہم ہمیرہ پس رواؤ) ہے اور (خود علامہ موصوف اپنی ذاتی لائبریری کے نسخوں سے مقابلہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ قلمی نسخہ محررہ ۱۲۰۵ھ دوسرا نسخہ محررہ اندازاً بارہویں صدی ہجری

تیسرا نسخہ محررہ ۱۲۸۶ھ قلم محمد بخش نادان۔ تینوں میں وضاحت کے ساتھ (دہم پرہ پتس

رِوَاد) لکھا ہوا ہے بمعنی پیچھے چلنے والا خادم، (حضرت مجدد عاشق ص ۱۵)

حضرت علامہ موصوف نے جناب شیخ عبدالحق کے معرض بحث والے مکتوب میں حضرت مجدد کے خلاف اغلاط کتابت، غلط بیانی زبانی، غلطی تعبیر اصطلاحات اور بعض تحریفوں کے متعلق بطور محکم ثبوت کے حضرت مجدد کا وہ مکتوب جس میں مذکورہ تمام پول کھل جاتے ہیں مکتوبات شریف دفتر سوم مکتوب ۸ کے حوالہ سے اصل فارسی عبارت کو مع اردو ترجمہ کے تحریر فرمایا ہے اور پھر اپنا تبصرہ لکھا ہے۔ عمل تحقیق کے اس طریقہ کار کی معقولیت، اہمیت اور افادیت کی قدر وہی لوگ کر سکتے ہیں جو علم کا صحیح ذوق، تحقیق کا نگر انداز اور حقیقت کی بازیابی میں غیر متعصب اور غلط خواہشات جذبات سے صاف دل ہوں۔ بے تعصبی، غیر جانبداری اور انصاف ایک مستقل قدر اخلاقی ہے جو تحقیق (RESEARCH) تکم (JUDGEMENT) اور اظہار خیال (EXPRESSION) یعنی شانِ تقریر و تحریر سب کو حاوی ہے۔ مگر ستم ظریفی یہ ہے کہ موجودہ تہذیب کے پروردہ اکثر لوگوں میں جہاں ساری قدریں بے معنی اور غیر مستحکم بتائی جاتی ہیں وہیں اُن کو صرف اپنے حق میں معقول پیدائشی اور قابلِ مطالعہ سمجھتے ہیں جو انہیں قلم کی عدالت سے بلنا چاہیے۔ درآخرا لیکہ وہ خود یہی پیدائشی حق دوسروں کو دینے کے روادار نہیں۔ چنانچہ مشتمل از خروارے ملاحظہ ہو۔

ڈاکٹر سید اطہر عباس رضوی کا سنڈی۔ لٹ (D. Lit) کے لئے ایک منظور شدہ مقالہ ہے جس

کا موضوع ہے: (MUSLIM REVIVALIST MOVEMENT IN NORTHERN INDIA

IN THE SIXTEENTH AND SEVENTEENTH CENTURIES) یعنی ”سولہویں اور سترہویں

صدی میں ہند میں مسلمانوں کی نشاۃ ثانیہ کی تحریکیں“۔ موجودہ ہندوستان میں قومی ایکتا کو تقویت

پہنچانے میں اس بھاری بھر کم نام کی کتاب نے ایک اہم کردار ادا کرنے کی کوشش کی ہے۔ مگر

خاص نگاہِ کرم حضرت مجدد الف ثانی کی شخصیت پر ہے اور دیگر تحقیقی جواہر پاروں کے علاوہ حسب

ذیل مہذب الفاظ و فقرات سے کتاب کی زینت کو دو بالا کرتے ہوئے اپنے بلند اخلاقی اقدار کا نمونہ پیش کیا:

۱۔ ”موجودہ دور کے فضلاء نے اُن کو ایک خرافاتی شخصیت بنا دیا ہے“ (اطہر ص ۱۱۵) محولہ حضرت مجدد

۲۔ ”شیعوں کے سیاسی اقتدار کی وجہ سے ان میں پسپائی اور حسد کا جذبہ پیدا ہوا جس سے شیعوں سے

ان کو نفرت پیدا ہو گئی اور انہوں نے اپنی زندگی کا آغاز ایک علیحدہ رسالہ "ردِ و افضن" لکھ کر کیا جس میں شیعوں کے اعتقادات کو رد کیا ہے۔ (اٹھارہ صفحہ ۲۵ محولہ حضرت مجدد ص ۱۷۵)

۳۔ "ان میں ایک صوفی کی وسیع المشرب اور صوفیانہ روش سے زیادہ ایک ملاکی تنگ نظری تھی۔" (اٹھارہ صفحہ ۳۱ محولہ حضرت مجدد ص ۱۷۶)

۴۔ "مجدد کے خلفا اپنے پاس ایک متعصب ملا کے زہر کے علاوہ کچھ نہ رکھتے تھے۔" (اٹھارہ صفحہ ۳۲ محولہ حضرت مجدد ص ۱۷۶)

۵۔ "۱۹۶۸ء میں شیخ معصوم کی وفات کے بعد مجدد کی رہی سہی عزت ختم ہو گئی۔ مجدد کے پوتے تو انتشار

اور اخلاقی بد حالی کے پلیگ میں مبتلا رہے۔" (اٹھارہ صفحہ ۳۲ محولہ حضرت مجدد ص ۱۷۶)

۶۔ ڈاکٹر اطہر صاحب کی شرمندہ ثبوت تحقیقات کی تہذیبی اور منصفانہ داد حضرت مجدد علیہ الرحمۃ کے خاص عقیدت مندوں کے متعلق بھی دی گئی ہے۔ مثلاً:-

"شیخ فرید بخاری مرتضیٰ خاں گورنر گجرات مجدد کے فتنہ کالمسٹ تھے۔" (اٹھارہ صفحہ ۲۱۶ محولہ حضرت مجدد ص ۱۷۷)

شرابی تھے (اٹھارہ صفحہ ۲۲ محولہ حضرت مجدد ص ۱۷۷)۔ ظالم انتقام پسند اور نالائق تھے (اٹھارہ صفحہ ۲۲ محولہ حضرت مجدد ص ۱۷۷)

اسی طرح بعض بزرگان دین میں سے کسی کو "بد اخلاق (ص ۱۱) بد ہیز گار (ص ۱۱) زنا کا مجرم (ص ۲۳ محولہ مجدد ص ۱۸۹)" گردانا

ہے۔ یہ ہیں وہ اعلیٰ صفات اُس صاحبِ قلم کی جس کی کتاب کی ترتیب میں ڈاکٹر نور احسن صاحب صدر شعبہ

تاریخ علی گڑھ یونیورسٹی معاون و مشیر رہے ہیں اور پھر اس صحیفہ آسمانی کا پیش لفظ پروفیسر محمد حبیب صاحب

سابق استاد علی گڑھ یونیورسٹی کے حقائق نگار قلم سے ہے۔ پروفیسر موصوف غالباً مذکورہ بالا بلند اور مستقل

اخلاقی اقدار کو ملاحظہ فرمانے کے بعد ڈاکٹر اطہر صاحب کو "مولانا عبدالحق صاحب محدث دہلوی سے زیادہ

بہتر مصنف اور محقق سمجھنے پر مجبور ہو گئے اور فاضل مقالہ نگار کو اپنے قول کی تصدیق میں البیرونی،

ابو علی سینا، ابن عربی، شیخ نظام الدین اولیاء اور داراشکوہ کے ہم پلہ بلکہ دورِ حاضر میں ان سب سے عظیم

ترین سمجھنے پر تیار ہیں۔" (حضرت مجدد ص ۱۷۷ بجوالہ معارف اعظم گڑھ تحت شذرات جنوری ۱۹۶۶ء)

ڈاکٹر اطہر اور پروفیسر حبیب صاحبان کے بعد ہی پروفیسر ایم۔ مجیب صاحب اپنے وقت کے

شیخ الجامعہ اسلامیہ دہلی بھی شاہین تجدید حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ پر نظر نشانیہ جوائے علم و

سیرت اور تحقیق و تہذیب کے لانتہا خلاؤں میں پرفشانی کر رہے ہیں۔ موصوف کی موقر کتاب

متعلق سر دوشیریں مواد ص ۲۲۳ سے ص ۲۷۰ تک پھیلا ہوا ہے جو ان صفحات کے حصص ذیل کے اقتباسات

THE INDIAN MUSLIMS (دی انڈین مسلمز) میں حضرت مجدد صاحب قدس سرہ سے

متعلق سر دوشیریں مواد ص ۲۲۳ سے ص ۲۷۰ تک پھیلا ہوا ہے جو ان صفحات کے حصص ذیل کے اقتباسات

خاصہ کی چیز ہیں :-

”پہلا حصہ: شیخ احمد دہ صاحب میں جنہوں نے.... راسخ العقیدگی کے اجیار کو باقاعدہ تحریک کا سا انداز بخشنا۔ انہوں نے اپنی اصلاحی سرگرمیوں کا آغاز متعدد پمفلٹ (رسائل) کی صورت میں کیا جن میں سے ایک رد و انقض شیعہ مسلک کی مخالفت میں لکھا“

(مجیب ص ۲۲۳ محولہ حضرت مجدد ص ۱۸۳)

”دوسرا حصہ: ... جہانگیر خود ہی اعمال و معتقدات کی تطہیر کی جانب مائل تھا“

(مجیب ص ۲۲۴ محولہ حضرت مجدد ص ۱۸۵)

تیسرا حصہ: ... شیخ احمد کے اثر و نفوذ کو اس وقت بڑا دھکا پہنچا جب اُن کا وہ خط شائع

ہوا جس میں انہوں نے اپنے پیر کو اپنا ایک روحانی مکاشفہ بیان کیا جس میں اپنے آپ کو

چاروں خلفاء سے برتر درجے میں دیکھا تھا“ (مجیب ص ۲۲۴ محولہ حضرت مجدد ص ۱۸۵)

”چوتھا حصہ: ... شیخ احمد کے پاس نہ وہ مزاج تھا نہ نقطہ نگاہ جو صوفی کی شخصیت کی

خصوصیت ہوتی ہے...“ (محولہ حضرت مجدد ص ۱۸۹)

”پانچواں حصہ: ... شریعت کے سلسلہ میں شیخ احمد کے ذہن میں ظواہر ہی تھے یعنی روزے

نماز کی پابندیاں یا پھر وجودیوں پر غیظ و غضب شیعہ اور ہندو وجودیوں دونوں پر“

(مجیب ص ۲۲۶ محولہ حضرت مجدد ص ۱۹۱)

”چھٹا حصہ: ... اُن کے خطوط میں جو امرار کے نام میں روح کی وہ عظمت کبھی بھی نظر

نہیں آتی جو آزاد علماء کا امتیاز سمجھی جاتی تھی... بسا اوقات اُن کی تعریف کے ٹرانڈے خوشام

سے جالتے ہیں اور ہمیں یہ احساس ہونے لگتا ہے کہ شریعت کے لئے وہ جو کوشش کرتے تھے

وہ دنیوی دلچسپی کے درجہ پر اتر آتی تھی“ (مجیب ص ۲۲۷ محولہ حضرت مجدد ص ۱۹۲)

”ساتواں حصہ: ... ایک خط میں (جلد ۱ مکتوب ۴۳) شیخ احمد نے وحدۃ الوجود اور وحدۃ الشہود

کا فرق بتایا ہے... زیادہ غلط نہ ہوگا اگر سمجھیں کہ خط پڑھنے کے بعد شیخ فرید دیر تک سر کو

کھاتے رہے ہوں گے“ (مجیب ص ۹۶۹ محولہ حضرت مجدد ص ۱۹۷)

”... ایک اور خط میں (جلد ۱ مکتوب ۵۱) پھر وہی نصیحت و خوشامد کی آدیزش ہے

جس میں شیخ فرید سے کہا گیا ہے کہ صرف اہل بیت ہی مسلمانوں کو غلط روئی کے چکر سے بچا سکتے ہیں۔ واضح رہے کہ شیخ فرید بخارا کے سید تھے۔ (محولہ حضرت مجدد ص ۱۹۸)

”آٹھواں حصہ:..... شیخ احمد نے اس امر کی شعوری کوشش کی کہ تصوف کو شریعت کی چاکری میں لے آئیں اور شریعت وہی جو کچھ اُن کے تصور کے مطابق تھی.... پھر اذکار و وظائف.... پھر اس میں تعویذ نویسی بھی داخل ہوئی.... کسی کو بھی اس کا خیال نہ آیا کہ تعویذ یا تو اُن پر ٹھ آدمی کے ساتھ ایک فریب کاری ہے یا پھر خدا کے ساتھ ایک چال.... دوسری طرف غیر سکہ بند صوفیاء اگرچہ اب بھی ملتے ہیں لیکن وہ بھی پہلے کی مانند اب ایک لادے ہوئے نظام کی جگر بند یوں کے خلاف حریتِ ذہن انسانی کے نام نہ لے رہے۔“ (محولہ حضرت مجدد ص ۲۰۲)

یہ ہے شانِ تحریر موجودہ تہذیب کے ساختہ پر داخہ محققین کی قلم افشانیوں کی کہ تحقیق انصاف غیر جانبداری، عدم تشدد، رواداری اور بے تعصبی کے بلند بانگ دعاوی میں اپنے نزدیک سیکڑوں صفحات سیاہ کرنے کے ساتھ ساتھ دامنِ شائستگی پر روشنائی بھی نہایت حریتِ ذہن اور وسیع المشربی سے چھڑکتے جاتے ہیں اور اس کی پرواہ نہیں کہ کس شخصیت اور کس بھلے مانس پر یہ چھینٹیں ڈالی جا رہی ہیں۔

بطور تقابل مطالعہ یہاں ہم سرمدہ چشم بصیرت کے طور پر حضرت علامہ موصوف کا صرف ایک جزوی تبصرہ پیش کر رہے ہیں جو پروفیسر صاحب کی تحریر کے حصہ اول کے ابتدائی جملہ سے متعلق ہے۔ تحریر فرماتے ہیں۔

”پروفیسر صاحب نے آپ (حضرت مجدد الف ثانی) کا ذکر آپ کے نام (شیخ احمد) سے کیا ہے حالانکہ شہرت آپ کے خطاب سے ہے.... کیا پروفیسر صاحب کسی غیر مسلم مذہبی رہنما کے ساتھ یہ طریقہ اختیار کر سکتے ہیں؟ کیا وہ عیسائیوں کے سینٹ کے ساتھ سینٹ کا لفظ نہیں لکھیں گے یا سکھوں کے کسی گرو کے ساتھ لفظ گرو نہیں لگائیں گے؟ ایسے مواقع پر عقائد اور عدم اعتقاد کا سوال نہیں ہوتا۔ بلکہ تہذیب و شائستگی بھی ایک شے ہے جس کا لحاظ رکھنا چاہیے۔“ (حضرت مجدد صفحہ ۲۸۳-۱۸۴)

رہ گیا حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے معاندین کی تصانیف اور مقالات کے متعلق اُن کے مبلغ علم، معیار تحقیق، اصول تبصرہ و تنقید استعمالِ اسناد و ترتیبِ کتابیات کا کچھ اچھا اور ڈھول کا پول تفصیلی طور پر حضرت علامہ موصوف کی کتاب (حضرت مجدد اور اُن کے ناقدین) کے بالاستیعاب مطالعہ سے اظہر

من الشمس ہو سکتا ہے۔ اس مختصر میں زیادہ گنجائش نہیں۔

سوم: آپ کے سلسلہ تحریر میں اس وقت ایک آخری رسالہ جو سلسلہ سماع و غنا کے متعلق ہے اور درحقیقت وہ حضرت علامہ موصوف کی ایک ضخیم فارسی تصنیف کا ایک جزو ہے جو اردو ترجمہ کی شکل میں زیر طبع ہے۔ حضرت علامہ موصوف کو اگرچہ سلاسل طریقت میں سات سلسلوں سے اجازت و خلافت حاصل ہے مگر بطور خصوصی آپ نقشبندی مجددی ہیں۔ اور نقشبندیوں کے بارے میں عام خیال یہ ہے کہ وہ لوگ سماع و غنا کے خلاف ہوتے ہیں۔ حالانکہ نقشبندی بزرگوں کا عمل اس بات میں حضرت خواجہ نقشبند بخاری قدس سرہ کے اس قول پر ہے کہ نہ اس کا رمی کتم و نہ انکار می کتم۔ یعنی میں نہ یہ کرتا ہوں اور نہ ہی اس کا انکاری ہوں۔ متذکرہ بالا رسالہ میں حضرت علامہ موصوف نے تقابلی مطالعہ کے طور پر پہلے صا سے صا تک منفی دلائل جو حرمت سماع و مزامیر کے بارے میں عموماً پیش کئے جاتے رہے ہیں ان میں آپ نے سات آیات قرآنی نقل کی ہیں جن کی تفسیر میں حضرت ابن عباس و مجاہد ابن مسعود کے اقوال کو خاص کر ذکر کیا گیا ہے اور پھر نفی ہی میں اٹھائیس احادیث جو حایمان حرمت نے نقل کی ہیں وہ پیش کر دی ہیں۔

بعدہ ص ۱۲ سے ص ۳۳ تک ان سب پر علماء و ائمہ کے اقوال و واقعات اور جہیں نقل کی ہیں جو اثبات و اباحت سے متعلق ہیں۔ اور پھر ص ۲۷ سے ص ۳۲ تک علامہ عبدالغنی نابلسی دمشقی حنفی کی کتاب الدلالات فی سماع الآلات سے طویل عربی اقتباسات مع مختصر اردو خلاصہ کے تحریر فرمائے ہیں اور سب سے آخر میں ص ۳۵ سے ص ۴۳ تک حضرت قاضی ثنار اللہ پانی پتی رحمہ اللہ کا مسلہ ہذا پر ایک طویل جوابی مکتوب بطور قول فیصل کے نقل کر کے مسک الختام یوں فرمایا ہے کہ "عاجز نے علمائے اعلام کا کلام نقل کر دیا ہے ان حضرات نے جو کچھ تحریر فرمایا ہمارے لئے حجت ہے۔" بہر حال داخلی شہادتوں کے ضمن میں اوپر جو کچھ بھی پیش کیا گیا ہے اس سے یہ امر بخوبی واضح ہو جاتا ہے کہ حضرت علامہ موصوف کی تحریرات تخلیق، تحقیق اور تبصرہ یا تنقید کے فنی معیار اور اسلامی اصولوں کے مطابق عمل میں آئی ہیں۔

اس کی مزید توثیق ان خارجی شہادتوں سے ہوتی ہے جو موصوف کی متعدد تصانیف و مقالات پر ملک کے مقتدر علمائے کرام، ہر مکتب فکر کے غیر متعصب و انصاف پسند دانشوروں نے بشکل تعارف و تبصرہ اظہار فرمایا ہے۔ داخلی شہادتوں کے ساتھ ساتھ خارجی شہادات کی پیش کش سے فن تحقیق کی ایک مرتب و مروج طریق کار کی یا بندی ہی نہیں مقصود ہے بلکہ اس لیے بھی اہم ہے کہ ہر دو قسم کی شہادتوں کے بالترتیب مطالعہ سے یہ حقیقت کھل کر سامنے آجائے کہ ان قدر دان اہل علم کی موقر رائیں اور ان کے رشحات قلم نام نہاد تقریبات نہیں ہیں بلکہ امر واقعہ کا پرمغز اور ٹھوس اعتراف ہے جو خالص علمی چیز ہے۔ ان کی قلم کاریوں کے سد بہار اور

سچے پھولوں کی خوشہ چینی کا ماہصل درج کیا جاتا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں۔

د۔ خارجی شہادت : ۱۔ تبصرہ مولانا سعید احمد صاحب اکبر آبادی بر کتاب "مولانا اسماعیل دہلوی اور تقویۃ الایمان" طبع ۱۹۸۳ء کو بھیجے جانے پر موصوف کے نام جوابی مکتوب مورخہ ۱۰ جون ۱۹۸۳ء میں لکھتے ہیں (نقل از مقامات خیر طبع آگسٹ ۱۹۸۹ء ص ۷۳)

"کتاب "مولانا اسماعیل دہلوی اور تقویۃ الایمان" پہنچی شکر یہ۔ جب اس کو پڑھنا شروع کیا تو جب تک ختم نہیں کر لیا اسے ہاتھ سے نہیں رکھا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اجرِ جزیل عطا فرمائے۔ آپ نے احقاقِ حق میں کوئی دقیقہ فرو گزاشت نہیں کیا اور جو کچھ لکھا ہے نہایت سنجیدگی اور اعتدال و توازن کے ساتھ جو آپ کی سرشت اور خصلتِ طبعی ہے۔ مدلل اور مبرہن لکھا ہے اور دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی کر دیا ہے۔۔۔۔"

۲۔ مولانا قاضی سجاد حسین صاحب سابق صدر مدرس مدرسہ عالیہ فتحپوری دہلی کا تبصرہ "مقامات خیر طبع آگسٹ ۱۹۸۹ء" اس بات کے اظہار میں کوئی مضائقہ نہیں کہ اس کتاب کو میں نے مکرر سہ کر پڑھا اور ہر بار ان بزرگوں کے تذکرے سے ایک خاص لذت اور خاص قلبی سکون و سرور محسوس کیا۔۔۔۔

.... محترم مصنف نے ان میں سے ہر ایک بزرگ کے احوال اور سوانح حیات انتہائی دیدہ ریزی اور جستجو کے ساتھ مستند کتابوں سے اس قدر جمع کر دیئے ہیں کہ اس کتاب کو ان بزرگوں کے احوال میں دائرۃ المعارف کہا جاسکتا ہے۔

۳۔ مولانا عبدالماجد دریا بادی نے صدق جدید لکھنؤ کی جلد ۲۶ نمبر ۲۶ یوم جمعہ ۲۷ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۶ھ مطابق ۲۸ مئی ۱۹۷۶ء کے پرچہ کے صفحہ چار کالم دو میں لکھا ہے۔

"ابن تیمیہ کی شخصیت معرکہ الآراء ہوئی ہے۔ ایک گروہ کے نزدیک وہ محقق اور فاضل ہیں اور دوسرے گروہ کے نزدیک تشدد اور تقشف کا مجموعہ ایک سلجھے ہوئے اہل قلم نے ان کے متعلق بڑا متوازن تبصرہ کیا ہے اور ابن تیمیہ کی اصل عبارتوں کا ترجمہ بھی دے دیا ہے اور جن سے ثابت ہوتا ہے کہ ان کے معاصرین کو کن اسباب سے غلط فہمی ہوئی۔ کتاب ابن تیمیہ کے موافقین و مخالفین دونوں کے پڑھنے کے قابل ہے اور مصنف نے اس سلسلہ میں ایک بڑا کام کر دیا ہے۔"

۴۔ ڈاکٹر عبدالستار خاں سابق صدر شعبہ عربیہ اسلامیہ جامعہ عثمانیہ حیدرآباد دکن حضرت علامہ موصوف کی کتاب "علامہ ابن تیمیہ اور ان کے ہم عصر علماء" کے تعارف و تشکر کے زیر عنوان لکھتے ہیں۔

"حضرت شاہ صاحب مدظلہ کے قلمی افادات کا آغاز مصر سے واپسی کے بعد ہوا اور ہر تحریر میں اپنے ذہن کی ایچ فہم و فراست کی بلندی، مطالعہ کی وسعت، نظر کے عمق اور قوتِ اجتہاد

کے پانڈار نقوش چھوڑے ہیں۔ اور یہ بھی لکھتے ہیں۔ الحمد للہ اس بات کا پورا اطمینان ہے کہ اس موضوع پر یہ ایک اچھی مستند معلومات افزا اور فیصلہ کن کتاب پہلی بار ظاہر ہو رہی ہے۔
۵۔ مفتی عتیق الرحمن صاحب عثمانی بانی ندوۃ المصنفین دہلی نے کتاب وحدۃ الوجود و شہود الحق فی کل موجود کے اردو ترجمہ اور تحشی کے متعلق "تعارف" کے زیر عنوان لکھا ہے۔

"حضرت مولانا شاہ زید ابوالحسن سجادہ نشین خانقاہ حضرت مرزا منظر جان جاناں معروف درگاہ حضرت شاہ ابوالخیر رحمۃ اللہ علیہما سجادہ نشین ہونے کے باوجود اعلیٰ درجہ کا علمی ذوق رکھتے ہیں اور اپنے وقت کا بڑا حصہ مطالعہ و تحقیق میں صرف کرتے ہیں۔۔۔ مولانا نے کمال ہمت مجدد صاحب کے مکتوبات کے وہ تمام ضروری حصے چھان کر رکھ دیئے جن میں وحدۃ شہود کے مسئلہ پر کلام کیا گیا ہے۔ اس طرح موصوف کی کاوش اور عرق ریزی کی بدولت زیر نظر مجموعہ میں دونوں نقطانظر کا عطر مع اصل کتاب کے آگیا ہے۔" (کتاب وحدۃ الوجود طبع اول دہلی ۱۳۹۱ھ صفحہ ۳-۴) اور جناب مفتی صاحب نے مسئلہ ضبط ولادت میں تحریر فرمایا ہے۔

"ہمارے شہر کے مشہور گوشہ نشین بزرگ اور خانقاہ حضرت مرزا جان جاناں منظر رحمۃ اللہ علیہ معروف بہ درگاہ حضرت شاہ ابوالخیر رحمۃ اللہ علیہ کے سجادہ نشین حضرت مولانا الحاج شاہ ابوالحسن زید صاحب دام ظلہم نے اس ضرورت کو محسوس فرمایا اور مسئلہ کے ایک ایک گوشہ پر غور کیا جیسا کہ موصوف نے اپنی تحریر کی ابتدا میں فرمایا ہے۔ ان کا مقصد یہ ہے کہ اس نازک مرحلہ اس اہم مسئلہ کی شرعی اور فقہی حیثیت واضح ہو جائے۔۔۔ پوری تحریر میں عالمانہ شان جھلک رہی ہے جس میں اعتدال فکر و نظر کا بہترین نمونہ پیش کیا گیا ہے۔"

۶۔ مولانا محمد میاں صاحب شیخ الحدیث نے آپ کی کتاب مسئلہ ضبط ولادت کے متعلق تحریر کیا ہے۔

"تمام پہلو طشت از باہم کر دیئے ہیں۔ جزا ہم اللہ خیرا۔ (مسئلہ ضبط ولادت طبع ثانی ص ۹۹)

۷۔ مفتی مہدی حسن صاحب شاہجہاںپوری بابت کتاب "مسئلہ ضبط ولادت" تحریر فرماتے ہیں۔

"بے شک آپ نے مصری مکتب خیال کے زیر اثر کافی کاوش اور دماغ سوزی سے کام لیا ہے۔ آیات

قرآنی اور فقہی عبارتوں سے مسئلہ کے ہر پہلو پر بحث کی ہے جو قابل داد و تحسین ہے۔" (ص ۱۰۵)

۸۔ پروفیسر مسعود حسین خاں وائس چانسلر جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی کی تقریر بحیثیت صدر جلسہ منعقدہ ۸ مارچ ۱۳۹۵ھ

بمقام ادارہ مذکورہ بالا حضرت علامہ موصوف کے ایک علمی مقالہ پر۔

"مجھے بڑی خوشی ہے کہ آج ایک عرصہ کے بعد جامعہ ملیہ اسلامیہ کی فضا میں اس درجہ محققانہ اور

فاضلانہ مقالہ پڑھا گیا (رومراہ جلسہ "برہان" دہلی بابہ اپریل ۱۹۷۵ء زیر عنوان "نظرات")

(نوٹ) خارجی شہادتوں کے سلسلہ میں ایک پرانی بات یاد آئی جو کسی بار سنی اور پڑھی بھی مناسب ہے کہ اس موقع پر اس کی ذرا وضاحت کر دی جائے۔ وہ یہ ہے کہ حضرت علامہ موصوف کے لئے کبھی کبھی اس قسم کا فقرہ استعمال کیا جاتا ہے کہ آپ ازہری ہیں یا آپ کا انداز مصری علماء کا ہے وغیرہ۔ حسن ظن کی بنا پر اس کا اچھا مفہوم تو صرف امر واقعہ کا اظہار ہے لیکن ہم نے محسوس کیا ہے کہ کسی دفعہ اس میں طنز یا استخفاف کا پہلو بھی جھلکتا ہے اس لئے یہاں خود حضرت علامہ موصوف کا ایک اقتباس مصری علماء کے متعلق پیش کئے دیتا ہوں جس سے غلط فہمی کا ازالہ ہو سکتا ہے۔

"عاجز مصر گیا۔ وہاں کے علماء کو اہل ہند اچھی نظر سے نہیں دیکھتے.... عاجز نے وہاں کے علماء کو اختلافاً

فاضلہ سے متصف پایا۔ عقائد میں راسخ القدم ہیں۔ علماء کا احترام کرتے ہیں کسی کی غیبت نہیں

کرتے کسی کی بُرائی نہیں کرتے۔ بیشک وہاں کے علماء کا مسلک مسئلہ ریحہ (دارھی) میں مالکیہ کے

قول پر ہے... مسائل کے بیان کرنے میں محتاط ہیں مسئلے میں پوری تحقیق کرتے ہیں پہلے علماء

کے اقوال کو ذکر کرتے ہیں پھر اپنی رائے کا اظہار کرتے ہیں کسی کا استخفاف نہیں کرتے البتہ علمی

پیرایہ سے اس کی غلطی کا اظہار کرتے ہیں" (مقامات خیر آفسٹ ۱۹۸۹ء ص ۷۱)

آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ علمائے مصر کا انداز قطعاً علمی ہے اور اسلامی اصولوں کے مطابق ہے نیز لائق پیردی بھی۔

ہر۔ خاتمہ کلام: حضرت علامہ موصوف دام فیوضہ کی تحریرات پر اگرچہ کچھ لکھنا مجھ جیسے کم علم و قلیل العقل کے لئے گویا

سوج کو چراغ دکھانے کے اس معنی کے مترادف ہے کہ ایک عظیم شخصیت کا فنی تعارف ایک بے بضاعت و گننام شخص

کرائے بلکہ میں تو آپ کے واسطے بطور کچھ عرض کرنے کو ایک طرح سے گستاخی تصور کرتا ہوں کیونکہ آپ کی ذات مجمع

صفات اس قسم کے تعارف سے بلند و بے نیاز ہے۔ اسی لئے اس موضوع پر قلم اٹھانے سے کسی بار ہچکچا کر رہ گیا۔

لیکن اپنا ذوق حضرت علامہ موصوف کے جس مکمل و محکم تعارف کا حقدار سمجھتا تھا اس کے شدید تقاضوں

نے بالآخر جرات قلم پر آمادہ کر کے ہی چھوڑا۔ آپ کی عظمت بحیثیت ایک نابغۃ العصر عالم قاری صاحب طریقت ادبنا

محقق مصنف اور متقی صاحب قلم کے اس کا عین تقاضا یہ بھی تھا کہ خالص علمی انداز پر تعارف تبصرہ مرتب کیا جا۔

لہذا آپ کی شخصیت اور کارناموں کو فن تحریر کے اسلامی اصولوں کی روشنی میں باقاعدہ داخلی خارجی شہادتوں کے

ساتھ پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس اہم ذمہ داری سے میں کتنا عہدہ برآ ہوسکا ہوں اس کے لئے تو صرف یہ

عرض کر سکتا ہوں کہ من آنم کہ من دانم، رہا قارئین کرام کا تاثر کہ وہ کیا رائے قائم کریں اللہ بہتر جانے۔ ہاں ان کی

نیک رائے میرے لئے محض عزت افزائی ہوگی اور میں ان کی جزائے خیر کا دعا گو ضرور ہوں گا۔ ان شاء اللہ۔ و آخر

دَعْوَانَا اِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ وَسَلَامٌ عَلٰى الْمُرْسَلِينَ وَعَلٰى نَبِيِّنَا سَيِّدِ الْاَنْبِيَاءِ وَرَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

وَعَلٰى اٰلِهِ وَارْوَاٰجِهِ وَذُرِّيَّاتِهِ وَاصْحَابِهِ اٰجْمَعِينَ۔

ابتدائیہ

ابو الحسن زید فاروقی عرض کرتا ہے کہ عاجز کے جدِ امجدِ اعلیٰ حضرت شاہ احمد سعید کے چھوٹے بھائی حضرت شاہ عبدالغنی محدث دارالہجرت النبویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام سے آپ کے مرید پاک باطن ابو عثمان محمد میر نے فارسی میں اسی مسائل دریافت کئے اور آپ نے فارسی میں جوابات تحریر کئے۔ یہ سوالات اور جوابات ”شفار السائل فی اجوبۃ المسائل“ کے نام سے ۱۲۶۴ھ مطبع دارالسلام میں چھپے، اس کے ایک نسخہ پر محسن نام کسی مولوی نے فارسی میں حواشی لکھے ہیں۔ یہ نسخہ جناب قاضی عطار اللہ پانی پتی کے پاس تھا۔ آپ حضرت قاضی ثنار اللہ کی اولاد میں سے ہیں۔ آپ نے یہ نسخہ ۱۳۵۷ھ میں عاجز کو دیا۔ عاجز نے محسن بد باطن کی رد و قدح کے جواب میں ضخیم کتاب ”القول السنی فی الذات عن الشیخ عبد الغنی“ ذی الحجہ ۱۳۶۰ھ (جنوری ۱۹۴۲ء) میں تحریر کی، عاجز نے گیارہ شعروں کا تاریخی قطعہ کہا ہے۔ پہلا اور آخری شعر اس طرح ہے۔

زید چوں تالیف را انجام داد شکر از دل و ز زباں تکبیر کرد
وز برائے سال تالیفش چنیں گفت ”القول السنی“ تحریر کرد

عاجز نے ہر مسئلہ کو ایک فصل قرار دیا ہے۔ اگرچہ ظاہر یہ کتاب کامل ہے لیکن وہ درحقیقت ایک مسودہ ہے اور عاجز اوقات فراغ میں اس کو نقل کرتا رہتا ہے۔ چنانچہ کتاب ”سوانح بے بہائے امام اعظم ابو حنیفہ“ کی تالیف کے بعد القول السنی کے مبیضہ میں مصروف ہو گیا۔ عاجز نے اس کتاب میں بعض مسائل کو مختصر رسالہ کے طور پر تحریر کیا ہے۔ چنانچہ فصل پینتالیس میں غنا و سماع کے بیان میں مختصر رسالہ ”صیر الیراع للارتشاف من حجتی السماع“ لکھا ہے۔ اتفاق کی بات ہے کہ عاجز اس رسالہ کو لکھ رہا تھا کہ نور چشم ابو النصر انس نے اس کو دیکھا اور انھوں نے اس کا ذکر اپنے استاد فارسی جناب مولانا قاضی سجاد حسین سے کیا اور قاضی صاحب کی فرمائش پر یہ رسالہ ان کو دکھایا۔ قاضی صاحب نے رسالہ کے حاشیہ پر تحریر فرمایا ہے۔

سماع کے مسئلہ پر محققانہ تحریر ہے۔ سجاد حسین، ۱۷ نومبر ۱۹۹۰ء

سماع سہند پر محققانہ تحریر ہے

اور دو تین دن کے بعد آپ کی آمد ہوئی اور آپ نے عاجز سے کہا اس رسالہ کو چھپوا دو۔ عاجز نے کہا اب اردو پڑھنے والے دستیاب نہیں ہوتے، اس فارسی اور عربی رسالہ کو کون پڑھے گا۔ آپ نے کہا۔ اس کا ترجمہ کر دو۔ رسالہ کا نام بھی قاضی صاحب کو پسند آیا۔ آپ کی بات کا اثر ہوا اور عاجز رسالہ کا ترجمہ کرنے میں مصروف ہوا۔ ۲۱ دسمبر کو عاجز قاضی صاحب سے ملنے ان کے گھر گیا۔ آپ نے رسالہ کے ترجمہ کے متعلق دریافت کیا۔ عاجز نے کہا ایک دو دن کا کام باقی ہے۔ فرمایا آپ مجھ کو پھر دکھادیں۔ افسوس صد افسوس کہ دکھانے کی نوبت نہ آئی اور جناب قاضی صاحب نے صدائے یَا آيْتَهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ اَرْجِعِي اِلَى رَبِّكَ رَا ضِيَةً مَّرْضِيَةً سُنی اور دو شنبہ ۵ جمادی الآخرہ ۱۴۱۱ھ ۲۳ دسمبر ۱۹۹۰ء کو ظہر کے بعد جبر ملی کہ آپ اچانک رحلت کر گئے۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَا جِعُوْنَ۔ عاجز فوراً آپ کی قیام گاہ گیا اور آپ کے جُمانِ خاکی پر بہ صد سوز و درد سلام مسنون پیش کیا اور دوسرے دن صبح نو بجے دہلی کالج (عربک ہائی اسکول) میں نماز جنازہ پڑھائی پھر حوض رانی کے قبرستان میں ساڑھے بارہ بجے آپ کی تدفین میں شریک ہوا۔ اتفاق سے تدفین کے دوران آپ کی قبر کی محاذات میں ابر کا ایک ٹکڑا نظر آیا۔ سورج کی کرنوں سے ابر کا کچھ حصہ چمک رہا تھا اس منظر کا اثر ہوا اور درج ذیل تاریخی قطعہ نظم ہوا۔

زہے مردِ مبارک روزگارے کہ بد سجادِ قاضی نادرے

چہا پاکیزہ تاریخِ وفاتش ”ممودِ ابرِ رحمت بر مزارے“ ۱۴۱۱ھ

اب یہ عاجز جناب قاضی صاحب کی خوشی کی تکمیل کر رہا ہے۔ اس عرصہ میں کتاب

”امام اعظم ابو حنیفہ کی سوانح“ ۱۴۱۱ھ کی تصحیح کے سلسلہ میں عاجز کا جانا بہرائچ کا ہوا وہاں

برادرِ طریقت مولانا محمد نعیم اللہ خاں صاحب خیالی نے یہ رسالہ دیکھا اور رسالہ کا تاریخی عربی

نام ”غنا و سماع اصفیاء“ ۱۴۱۰ھ تجویز کیا۔ اور میلادی تاریخ ”تحقیق مسلہ سماع اصفیاء“ ۱۹۹۱ء

سے نکالی۔ عاجز پہلے تاریخی مادہ سے اس رسالہ کا عربی نام رکھتا ہے۔ نَحْمَدُ اللّٰهَ لِنَا بِلِ الحُسْنٰی

هُوَ مَوْلَانَا نِعْمَ الْمَوْلٰی وَ نِعْمَ التَّصِيْرُ وَ الصَّلٰوَةُ وَ السَّلَامُ عَلٰی سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی

آلِهِ وَ صَحْبِهِ اَجْمَعِيْنَ۔

دو شنبہ - ۲۰ شوال ۱۴۱۱ھ

۶ مئی ۱۹۹۱ء



سُبْحَانَ اللَّهِ وَبِحَمْدِهِ سُبْحَانَ اللَّهِ فِي كُلِّ حِينٍ وَإِنِّ وَصَلَاةً وَالسَّلَامُ عَلَيَّ حَبِيبِي سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِهِ وَصَحْبِهِ الطَّاهِرِينَ الطَّيِّبِينَ وَبَعْدُ۔

بندۂ عاجز ابو الحسن زید فاروقی مجددی عرض کرتا ہے۔ سماع کے مسئلہ میں ائمہ اعلام نے تفصیل کے ساتھ اپنی تالیفات میں لکھا ہے۔ اس وقت عاجز کے سامنے پانچ مستند کتابیں ہیں۔ (۱) حجۃ الاسلام امام محمد بن محمد بن محمد غزالی قدس سرہ کی اجیاء علوم الدین مشہور و معروف کتاب ہے۔ امام غزالی کے متعلق علامہ اجل انسوی نے لکھا ہے۔

هُوَ قُطْبُ الْوُجُودِ وَالْبُرْكَهٗ الشَّامِلَةُ لِكُلِّ مَوْجُودٍ، رُوحُ خُلَاصَةِ أَهْلِ الْإِيْمَانِ وَالطَّرِيقِ الْمَوْصِلَةِ إِلَى رِضَا الرَّحْمَنِ يَتَقَرَّبُ إِلَى اللَّهِ تَعَالَى بِهِ كُلُّ صَدِّيقٍ وَلَا يَبْغِضُهُ إِلَّا مُلْحِدٌ أَوْ زَنَدِيقٌ۔

آپ وجود کے قطب اور ہر موجود کی برکت کے شامل اور اہل ایمان کی روح کا خلاصہ ہیں، جس سے ہر صدیق اللہ کا تقرب حاصل کرتا ہے۔ آپ سے بغض ملحد اور زندق ہی کرتا ہے۔ اور لکھا ہے۔

الْغَزَالِيُّ إِمَامٌ بِاسْمِهِ تَنْشَرِحُ الصُّدُورَ وَتَحْيَا التَّفُوسَ وَبِرَّسْمِهِ تَفْتَحُ الْمَجَابِرَ وَتَهْتَرُ الطُّرُوسَ وَبِسَمَاعِهِ تَخْشَعُ الْأَصْوَاتُ وَتَخْضَعُ الرُّؤُوسُ۔

غزالی ایسے امام ہیں جن کے نام کی برکت سے سینوں کو انشراح ہوتا ہے اور آپ کا ذکر لکھنے سے دواتوں کو فخر ہوتا ہے اور کاغذات جھومنے لگتے ہیں۔ اور آپ کے ذکر کو سن کر آدازیں پست ہو جاتی ہیں اور سر جھک جاتے ہیں۔

حضرت امام غزالی کی وفات ۴۰۵ ہجری جمادی الآخرہ ۵۰۵ھ میں ہوئی ہے۔

(۲) علامہ اجل شہاب الدین احمد بن عبد الوہاب نویری کنڈی متوفی ۷۳۲ھ

نے اپنی تالیف قیم "زہایۃ الأدب فی فنون الأدب" کی چوتھی جلد کے چھٹے باب میں غنا اور

سماع کا تفصیل سے بیان کیا ہے۔ محدثین کی تالیفات سے اُن تمام روایات کو نقل کیا ہے جن کا تعلق سماع و غنا سے ہے۔

(۳) علامہ روزگار قطب شام عبدالغنی بن اسماعیل بن عبدالغنی بن اسماعیل بن احمد بن ابراہیم نابلسی دمشقی متولد ۱۰۵۰ھ متوفی ۱۱۹۳ھ حنفی نقشبندی قادری نے رسالہ "ایضاح الدلالات فی سماع الآلات" میں تفصیل سے سماع اور غنا کے مسئلہ کو بیان کیا ہے۔ آپ علم و فضل و کمال میں نابغۃ العصر تھے۔ آپ کی تالیف "کشف النور عن اصحاب القبور" کے نقل کرنے والے نے "کشف النور" کا ذکر کر کے آپ کی دو سولہ تالیفات کے نام لکھ کر لکھا ہے۔ "وغیر ذلک" ان کے علاوہ اور بھی ہیں۔ مصر میں ایک رفیقِ دراست نے عاجز سے کہا تھا کہ آپ کی چار سو کتابیں ہیں رحمہ اللہ۔

(۴) ایک مختصر رسالہ "اباحۃ السماع والمزامیر" مرشد محقق ابوالموہب کا ہے جو ۱۲۷۸ھ میں چھپا ہے اور حضرت سیدی الوالد شاہ ابوالخیر عبداللہ محی الدین قدس سرہ ۱۳۰۶ھ میں اپنے ساتھ مکہ مکرمہ سے لائے، برکۃً اس رسالہ سے بھی استفادہ کیا ہے۔

(۵) حضرت قاضی ثنار اللہ پانی پتی عثمانی حنفی نقشبندی متولد ۱۱۳۸ھ متوفی ۱۲۲۵ھ کا رسالہ "حکم سرود و مزامیر و غنا" ہے، جو کہ مولانا محمد سالار کے خط کا جواب ہے۔ عاجزان پانچ کتابوں سے مسئلہ غنا و سماع کا بیان کرتا ہے۔ علامہ اجل السنوی نے جو مدح حضرت حجۃ الاسلام امام غزالی کی "و برسمہ تفتخر المحابر و تھتروا الطروس" سے کی ہے اس نے عاجز پر اثر کیا اور عاجز نے اس رسالہ کا نام "صریر الیراع للدرتشاف من حمیۃ السماع" رکھا یعنی سماع کی شراب چوسنے کے لئے قلم کی چرچراہٹ۔

علامہ شہاب الدین احمد نویری کنندی نے لکھا ہے۔ مسئلہ سماع اور آلاتِ طرب جیسے بانسری، سارنگی، دف وغیرہ کے متعلق علماء کرام نے اختلاف کیا ہے۔ ایک جماعت نے آلاتِ طرب سننے کو مباح قرار دیا ہے۔ علامہ نویری نے آلاتِ طرب کے سننے کو حرام کہنے والوں کے اقوال کو پرکھا ہے۔ اس سلسلہ میں امام حافظ ابوالفضل محمد بن طاہر بن علی مقدسی نے ایک کتاب لکھی ہے اور علامہ نویری نے اُن کے اقوال لکھے ہیں۔ عاجز اختصار

کے ساتھ اس کا بیان کرتا ہے۔

فرمایا ہے۔ سمجھ لو۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک عمدہ اور آسان مذہب دے کر تمام عالم کے لئے بھیجا ہے۔ وہ سورہ اعراف کی آیت ۱۵۷ میں فرماتا ہے۔ جو تابع ہوتے ہیں اُس رسول کے جو نبی ہے اُمّی، جس کو پاتے ہیں لکھا ہوا اپنے پاس تورات اور انجیل میں بتاتا ہے اُن کو نیک کام اور منع کرتا ہے بُرے کام سے اور حلال کرتا ہے ان کے واسطے سب پاک چیزیں اور حرام کرتا ہے اُن پر ناپاک اور اتارتا ہے اُن سے بوجھ اُن کے، اور پھانسیاں جو اُن پر تھیں، سو جو اُن پر یقین لائے اور اُس کی رفاقت کی اور مدد کی اور تابع ہوئے اُس نور کے جو اس کے ساتھ اُترا ہے وہی پہنچے مراد کو۔

اللہ کے رسول حضرت محمد نبی امّی صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کا پیام پہنچایا اور امانت ادا کی اور امت کو نصیحت کی اور راہ دکھائی اور احکام جاری کئے، کرنے کا حکم دیا اور نہ کرنے سے منع کیا، جس طرح پر کہ آپ کو حکم ہوا، لہذا آپ کے اور آپ کے خلفائے راشدین کے بعد جن کے اتباع کا اور ان کے طریقوں کی پیروی کا حکم آپ نے دیا ہے کسی کو جائز نہیں ہے کہ وہ کسی کام کو جس کو اللہ تعالیٰ نے حلال کر دیا ہے بغیر کسی دلیل کے جو کہ آیتِ محکمہ یا سنتِ ماضیہ یا اجماعِ امت ہے، حرام کہے۔ جھوٹوں اور مجروحین کی روایتوں کی بنا پر یا قرآن مجید کی من مانی تاویلات کی بنا پر جن کی کوئی قدر نہیں ہے استدلال کرنا درست نہیں ہے۔ اُن افراد کی تاویل مقبول ہوتی ہے جن کے قول کی تائید کلامِ الہی یا سنتِ نبوی یا اجماعِ امت سے ہوتی ہے۔ اگر یہ صورت نہ ہوتی ہو تو پھر جس کا جو دل چاہے بیان کرے۔ اللہ تعالیٰ نے سورہ النجم کی آیت میں اور چار میں کہا ہے۔ ”اور نہیں بولتا اپنی چام سے یہ تو حکم ہے جو پہنچتا ہے۔“

امام مقدسی اپنے وقت کے عالی قدر افراد میں سے ایک فردِ جلیل ہیں۔ جو بات اُنھوں نے لکھی ہے سراسر درست ہے اب ہم کو دیکھنا یہ ہے کہ سماع اور آلاتِ طرب کو حرام کہنے والوں کی دلیلیں کیا ہیں؟ اور امام مقدسی نے کس دلیل سے ان کے اقوال کا رد کیا ہے۔ ہم پہلے سماع اور آلاتِ طرب کو حرام کہنے والوں کی دلیلوں کا بیان کرتے ہیں۔

حرام کہنے والوں کی دلیلیں کلام الہی سے

(۱) اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ هُمْ فِي صَلَاتِهِمْ خَاشِعُونَ
وَالَّذِينَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُونَ۔ کام نکال لے گئے ایمان والے جو اپنی نماز میں نوے ہیں
اور جو نکمٹی بات پر دھیان نہیں کرتے (نماز میں نوے ہیں یعنی بہت عاجزی اور زاری سے
پڑھتے ہیں) سورہ مومنون، آیت ایک، دو تین،

(۲) اور فرمایا ہے۔ وَإِذَا رَأَوْا تِجَارَةً أَوْ لَهْوًا انْفَضُّوا إِلَيْهَا وَتَرَكُوكَ قَائِمًا قُلْ
مَا عِنْدَ اللَّهِ خَيْرٌ مِنَ اللَّهِوِ وَمِنَ التِّجَارَةِ وَاللَّهُ خَيْرُ الرَّازِقِينَ۔ اور جب دیکھیں سودا
بکتا یا کچھ تماشا، کھنڈ جاویں اس کی طرف اور تجھ کو چھوڑ جاویں کھڑا، تو کہہ جو اللہ کے پاس
ہے بہتر ہے تماشا سے اور سودے سے اور اللہ بہتر ہے روزی دینے والا۔ (سورہ جمعہ آیت ۱۱)
(۳) اور فرمایا ہے۔ وَإِذَا سَمِعُوا اللَّغْوَ أَعْرَضُوا عَنْهُ۔ اور جب سنیں مکئی باتیں اس
سے کنارہ پکڑیں۔ (سورہ قصص آیت ۵۵)

(۴) وَالَّذِينَ لَا يَشْهَدُونَ الزُّورَ وَإِذَا مَرُّوا بِاللَّغْوِ مَرُّوا كِرَامًا۔ اور جب ہوئیں
کھیل کی باتوں پر نکل جاویں بزرگی رکھ کر۔ (شعرا آیت ۷۲)

(۵) وَمِنَ النَّاسِ مَن يَشْتَرِي لَهْوَ الْحَدِيثِ لِيُضِلَّ عَن سَبِيلِ اللَّهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَ
يَتَّخِذَهَا هُزُوًا أُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِينٌ۔ اور ایک لوگ ہیں کہ خریدار ہیں کھیل کی
باتوں کے تا بھلا دیں اللہ کی راہ سے بن سمجھے اور ٹھہرا دیں اس کو ہنسی، وہ جو ہیں اُن کو
ذلت کی مار ہے۔ (سورہ لقمان آیت ۶)

(۶) اور فرمایا ہے۔ وَاسْتَفْزِرْ مَنِ اسْتَفْزَرَ مِّنْهُمْ بِصَوْتِكَ۔ اور گھبرالے ان میں جس
کو گھبراسکے اپنی آواز سے۔ (اسری آیت ۶۴)

(۷) أَفَمِنَ هَذَا الْحَدِيثِ تَعْجَبُونَ وَتَضْحَكُونَ وَأَنْتُمْ سَامِدُونَ۔ کیا تم اس بات سے
اچنبھا کرتے ہو اور ہنستے ہو اور روتے نہیں اور تم کھلاڑیاں کرتے ہو۔

(سورہ نجم آیت ۵۹ سے ۶۱ تک)

سَمَاعُ اور غنا کے مانعین نے ان آیاتِ مبارکہ کے بیان میں حضرت ابن عباس اور بعض دوسرے صحابہ سے ایسی روایتیں نقل کی ہیں جن سے ممانعت کا اثبات ہوتا ہے۔ انھوں نے بیان کیا ہے کہ ابن عباس نے فرمایا ہے کہ حمیر کی لغت میں سَمَاعٌ و غنا کو کہتے ہیں اور یہی قول مجاہد سے نقل کیا ہے اور مَنْ يَشْتَرِي لَهْوًا لِحَدِيثٍ کے بیان میں ابن عباس سے روایت کی ہے کہ وہ غنا ہے اور دوسرے قول میں ہے کہ وہ غنا اور اس سے مشابہ امور ہیں اور ابن مسعود سے روایت کی ہے۔ وَالَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ هُوَ الْغِنَاءُ۔ یعنی قسم بہ خدا وہ غنا ہے اور وَاسْتَفْزِرُ مَنْ اسْتَطَعَتْ کی تفسیر میں مجاہد سے منقول ہے۔ أَنَّهُ صَوْتُهُ الْغِنَاءُ وَالْمَزَامِيرُ۔ کہ یہ غنا اور مزامیر کی آوازیں ہیں اور مجاہد سے وَالَّذِينَ لَا يَشْهَدُونَ الزُّورَ کی تفسیر میں منقول ہے کہ یہ غنا ہے اور اس طرح کی اور روایتیں بیان کی ہیں۔

ان افراد نے سنتِ مبارکہ سے بھی استدلال کیا ہے جو درج ذیل ہے۔

(۱) حضرت عائشہ صدیقہ نے فرمایا ہے۔ إِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ حَرَّمَ الْقَيْنَةَ وَبَيْعَهَا وَثَمَنَهَا وَتَعْلِيمَهَا وَالِاسْتِمَاعَ إِلَيْهَا۔ اور پھر آپ نے آیت وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَشْتَرِي لَهْوًا لِحَدِيثٍ پڑھی۔ یعنی اللہ نے حرام کر دیا ہے گانے والی لونڈیوں کو اور ان کے فروخت کرنے کو اور ان کی قیمت کو اور ان کے تعلیم دینے کو اور ان کے گانے کے سننے کو۔

(۲) حضرت ابوامامہ نے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مَا رَفَعَ أَحَدٌ صَوْتَهُ بِغِنَاءٍ إِلَّا بَعَثَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ إِلَيْهِ شَيْطَانًا عَلَى مَشْكَبَتِهِ يَضْرِبَانِ بِأَعْقَابِهِمَا عَلَى صَدْرِهِ حَتَّى يَمْسِكَ۔ یعنی جو بھی گانے کے لئے اپنی آواز اٹھاتا

ہے (بلند کرتا ہے) اللہ عزوجل اس کی طرف دو شیطان بھیجتا ہے جو اس کے مونڈھوں پر بیٹھ کر اس کے سینے کو اپنی ایڑھیوں سے مارتے ہیں جب تک کہ وہ خاموش ہو جائے۔

(۳) ابوالزبیر نے جابر بن عبد اللہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ كَانَ ابْلِيسُ أَوَّلُ مَنْ نَاحَ وَأَوَّلُ مَنْ آغْنَى۔ یعنی ابلیس نے ابتداءً نوحہ کیا اور گانا گایا۔

(۴) بخاری نے ابو عامر اور ابو مالک اشعری سے روایت کی ہے۔ لِيَكُونَتْ رَفِي

أُمَّتِي أَقْوَامٌ يَسْتَحِلُّونَ الْخَزْرَ وَالْحَرِيرَ وَالْمَعَارِفَ - یعنی میری امت میں ایسے لوگ ہونگے جو ریشمی کپڑے اور آلاتِ طرب کو حلال سمجھیں گے۔

(۵) ابو داؤد نے نافع کی روایت لکھی ہے کہ ابن عمر راستہ پر جا رہے تھے کہ انھوں نے بانسری کی آواز سنی، انھوں نے اپنے کانوں میں انگلیاں رکھیں اور راستہ سے آپ ہٹ گئے اور مجھ سے پوچھا اے نافع کیا آواز سن رہے ہو۔ میں نے کہا نہیں۔ انھوں نے اپنے کانوں سے انگلیاں نکالیں اور کہا۔ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جا رہا تھا کہ آپ نے بانسری کی آواز سنی اور اسی طرح کیا۔

(۶) ابو امامہ باہلی نے کہا کہ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ لَا يَحِلُّ بَيْعُ الْمُغْنِيَا وَلَا شِرَاؤُهُنَّ وَلَا يَحِلُّ الْجَارَةُ فِيهِنَّ وَأَثْمَانُهُنَّ حَرَامٌ وَالِاسْتِمَاعُ إِلَيْهِنَّ حَرَامٌ حَلَالٌ نہیں ہے گانے والیوں کا بیچنا اور ان کا خریدنا اور ان کی تجارت جائز نہیں ہے اور ان کا روپیہ حرام ہے اور ان کا گانا سننا حرام ہے۔

(۷) اور روایت کی گئی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ أَمَرَنِي رَبِّي بِنَقِي الطَّنْبُورِ وَالْمَزْمَارِ کہ میرے رب نے مجھ کو طنبور اور مزمار کے ہٹانے کا حکم دیا ہے۔

(۸) اور حضرت علیؓ سے روایت کی گئی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ضرب الدف اور لعب الصنج اور صوت المزمارہ سے مجھ کو منع کیا ہے۔

(۹) اور حضرت علیؓ سے روایت کی گئی ہے کہ مجھ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گانے والیوں کی خرید و فروخت سے اور ان کی تجارت سے روکا ہے اور فرمایا ہے کہ ان کی کمائی حرام ہے۔

(۱۰) نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی گئی ہے کہ آپ نے فرمایا۔ صَوْتَانِ مَلْعُونَانِ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ صَوْتُ مِزْمَارٍ عِنْدَ نِعْمَةٍ وَصَوْتُ نَدْبَةٍ عِنْدَ مُصِيبَةٍ۔ دو آوازوں پر دنیا اور آخرت میں لعنت ہے ایک باجے کی آواز خوشی کے وقت کی اور ایک نوحہ کی آواز مصیبت کے وقت کی۔

(۱۱) حضرت عبدالرحمن بن عوف سے روایت کی گئی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
نَهَيْتُ عَنْ صَوْتَيْنِ أَحْمَقَيْنِ فَاجِرَيْنِ، صَوْتٌ عِنْدَ نِعْمَةٍ وَصَوْتٌ عِنْدَ مُصِيبَةٍ - مجھ کو
فاجروں اور احمقوں کی دو آوازوں سے روکا گیا ہے، ایک آواز نعمت کے وقت کی اور ایک
آواز مصیبت کے وقت کی۔

(۱۲) حضرت جابر کی روایت میں ہے۔ صَوْتٌ عِنْدَ مُصِيبَةٍ وَصَوْتٌ عِنْدَ نِعْمَةٍ لَعِبٍ
وَلَهْوٍ وَمَزَامِيرِ الشَّيْطَانِ - ایک آواز مصیبت کے وقت کی اور ایک آواز کھیل کود اور لہو
اور شیطانی باجوں کے وقت کی۔

(۱۳) اور روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ نَحَسُّفٌ وَمَسْحٌ وَقَدْفٌ
(دھنسا، شگل کا بگڑنا اور دھڑ پھسلنوں میں پھنسا) اس امت میں ہوگا۔ صحابہ نے عرض کی۔
کہ یہ لوگ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کہتے ہیں۔ قَالَ نَعَمْ إِذَا أَظْهَرُوا الزُّورَ وَالْمَعَارِيفَ وَشُرْبَ الْخَمْرِ
وَلُبْسَ الْحَرِيرِ۔ آپ نے فرمایا ہاں جبکہ جھوٹ اور گانے بجانے اور شراب نوشی اور ریشمیں
باس کا استعمال عام ہوگا۔

(۱۴) ابو ہریرہ نے مُسَدِّدِ كَرِّ كَلِمَاتِهِ سے کہا ہے کہ غنا سے دل میں نفاق پیدا ہوتا ہے۔

(۱۵) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی گئی ہے کہ آپ نے فرمایا۔ بَعَثَنِي رَبِّي
عَزَّ وَجَلَّ بِمَحْيِ الْمَعَارِيفِ وَالْأَوْثَانِ الَّتِي كَانَتْ تُعْبَدُ فِي الْجَاهِلِيَّةِ وَالْخَمْرِ - الحدیث۔ مجھ کو
میرے پروردگار نے بھیجا ہے کہ گانوں اور بتوں کو جن کی عبادت جاہلیت میں کی جاتی تھی مٹاؤ
اور شراب سے منع کروں۔

(۱۶) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی گئی ہے کہ آپ نے فرمایا۔ مَنْ سَمِعَ
إِلَى قِيَانِ صَبٍّ فِي أُذُنَيْهِ الْآتُكُ - جو گانے والیوں کا گانا سنے گا اس کے کانوں میں پگھلا
ہوا سیرہ ڈالا جائے گا۔

(۱۷) اور روایت کی گئی ہے کہ آپ نے فرمایا۔ لَعْنَةُ اللَّهِ النَّائِحَةَ وَالْمُسْتَمِعَةَ وَالْمُعْنَى
وَالْمُعْنَى لَهُ - اللہ نے لعنت کی ہے نوح کرنے والی پر اور اس کے سننے والی پر اور گانے
والے پر اور اس پر جس کے لئے گارہا ہے۔

(۱۸) اور نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی گئی ہے۔ النظر الی المغنیة حرامٌ
وَمَنْ سَمِعَهَا حَرَامٌ۔ گانے والی کو دیکھنا حرام اور اس کی قیمت حرام ہے۔

(۱۹) وَرُوِيَ عَنْ عَلِيٍّ أَنَّهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا عَلَّمْتَ مَتِي
خَمْسَ عَشْرَةَ خَصْلَةً حَلَّ فِيهَا الْبَلَاءُ، وَذَكَرَهَا وَمِنْ جَمَلَتِهَا۔ وَاتَّخَذَتِ الْقِيَانُ
وَالْمُعَارِزُ۔ حضرت علی نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میری امت جب
ان پندرہ خصلتوں میں مبتلا ہوگی وہ آفتوں میں پڑے گی۔ ان پندرہ خصلتوں میں وَاتَّخَذَتِ
الْقِيَانُ وَالْمُعَارِزُ۔ گانے والیوں اور آلاتِ طرب میں مصروف ہونے کا بھی ذکر ہے۔
(۲۰) اور مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صوتِ سُنی۔ آپ نے فرمایا۔
دیکھو یہ کون ہے۔ دیکھ کر آنے والے نے آکر بیان کیا کہ حضرت معاویہ اور حضرت عمرو بن العاص
گارہے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ اَللّٰهُمَّ اَرْكَسْهُمَا فِي الْفِتْنَةِ رُكْسًا۔ اے اللہ ان دونوں کو
فتنہ کی گہرائی میں ڈال دے۔

(۲۱) ابو سعید خدری نے کہا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اس امت
کے آخر میں نَحْفٌ (زمین میں دھنسا)، وَمَسْخٌ (چہرے کا بگڑنا)، وَقَذْفٌ (تہمت تراشیاں)
فِي مُتَّخِذِي الْقِيَانِ وَشَارِبِي الْخُمُورِ وَلَا يَسِي الْحَرِيرِ۔ (گانے والی عورتوں کو رکھنے والوں
اور شراب پینے والوں اور ریشمین کپڑا پہننے والوں میں ہوگا)

(۲۲) حضرت علی نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ مَنْ مَاتَ
وَلَهُ قَيْنَةٌ فَلَا تَصَلُّوا عَلَيْهِ۔ اگر کوئی مرے اور اس کے پاس گانے والی ہو تو اس پر
نماز نہ پڑھو۔

(۲۳) عبداللہ بن بشر صحابی نے عبدالرحمن الجندی سے کہا۔ اے ابن الجندی!۔
انہوں نے کہا حاضر ہوں اے ابوصفوان۔ قَالَ وَاللَّهِ لَيَمَسَّخَنَّ قَوْمٌ وَإِنَّهُمْ لَفِي
شَرْبِ الْخُمُورِ وَضَرْبِ الْمُعَارِزِ حَتَّى يَكُونُوا قِرْدَةً وَخَنَازِيرَ۔ کہا عبداللہ بن بشر
نے قسم ہے اللہ کی البتہ مسخ ہو جائے گی ایک جماعت کہ وہ شراب پیتی اور آلاتِ طرب
بجاتی ہوگی۔

(۲۴) ابو امامہ کی ایک روایت گزر چکی ہے (ملاحظہ کریں ۷ کو) دوسری روایت میں یہ زیادہ ہے۔ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَجِلُّ بَيْعُ الْمُغْنِيَّاتِ وَلَا شِرَاؤُهُنَّ وَلَا الْجُلُوسُ إِلَيْهِنَّ ثُمَّ قَالَ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ مَا رَفَعَ رَجُلٌ عَقِيْرَتَهُ إِلَّا ارْتَدَفَ عَلَى ذَلِكَ جُلُوسٌ شَيْطَانٍ عَلَى عَاتِقِهِ هَذَا وَشَيْطَانٍ عَلَى عَاتِقِهِ هَذَا حَتَّى يَشْكُتَ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جائز نہیں ہے گانے والیوں کا بیچنا اور خریدنا اور نہ ان کے لئے بیٹھنا۔ پھر فرمایا۔ اس ذات کی قسم ہے جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ جس نے بھی اپنی لے اٹھائی فوراً ایک شیطان اس مونڈھے پر اور ایک شیطان اس مونڈھے پر بیٹھ جاتا ہے جب تک کہ وہ خاموش نہ ہو۔

(۲۵) اور ابن مسعود سے سنا آپ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ اَلْغِنَاءُ يَنْبُتُ النِّفَاقَ فِي الْقَلْبِ غِنَاءُ دَلٍ فِي نِفَاقٍ بُوْتِي هِيَ۔

(۲۶) صفوان بن امیہ نے بیان کیا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے تھے کہ آپ کے پاس عمرو بن قرہ آیا اور اس نے کہا۔ يَا نَبِيَّ اللهُ إِنَّ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ كَتَبَ عَلَيَّ الشَّقْوَةَ وَلَا أَرَانِي أَرْزُقُ إِلَّا مِنْ دُنِّي بِكَفِّي أَفْتَاءُ ذَنْ لِي فِي الْغِنَاءِ مِنْ غَيْرِ فَاحْشَةَ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا آذَنُ لَكَ كِرَامَةً وَلَا نِعْمَةً وَذَكَرَ حَدِيثًا طَوِيلًا۔ اللہ نے میری قسمت میں یہ شقاوت کر دی ہے کہ میری روزی کا انحصار میرے ہاتھ کے دَف پر ہے، کیا آپ مجھ کو اجازت دیں گے کہ بغیر کسی فحش کے میں اپنے ہاتھ کے دَف کو بجاؤں۔ آپ نے فرمایا۔ میں اجازت نہیں دیتا اور اس سلسلہ میں میں کسی قسم کا کرم اور احسان نہیں کرتا۔ اس حدیث کا باقی طویل حصہ بیان کیا۔

(۲۷) اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ نے نہی عَنْ شَمَنِ الْكَلْبِ وَكَسْبِ الزُّمَّارَةِ۔ کتے کے شمن سے (قیمت سے) اور گانے والوں کی کمائی سے منع کیا ہے۔

(۲۸) اور حضرت عثمان سے مروی ہے۔ مَا تَعَبَيْتُ وَلَا تَمْنَيْتُ وَلَا مَسَمْتُ ذَكَرْتِي بِمَيْمَنِي مُنْذُ بَايَعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ میں نے کبھی گانا نہیں

گایا اور نہ کبھی تمنا کی اور نہ کبھی اپنی شرم گاہ کو داہنے ہاتھ سے چھوا ہے جب سے کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی ہے۔

حضرت عثمان کی حدیث کی روایت صفر بن عبدالرحمن نے اپنے والد سے، انھوں نے مالک بن مغول سے انھوں نے انس بن مالک سے کی ہے۔

مقدسی نے کہا ہے اس روایت میں ہم کو کسی قسم کا تحامل (مشقت سے کام کرنا) نہیں نظر آیا ہے۔ البتہ اس حدیث میں ایسی اشیاء کا ذکر ہے کہ اوروں نے ان کا بیان نہیں کیا ہے لہذا اس کو ترک کیا گیا۔

امام غزالی نے کہا ہے۔ اگر یہ روایت تحریم غنا پر دلالت کرتی ہے، چاہتے کہ تمنا کرنی اور اپنی شرم گاہ کو داہنا ہاتھ لگانا حرام ہو۔ اور یہ کہاں سے ثابت ہے کیہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جس کام کو نہیں کرتے تھے وہ حرام ہی ہوتا تھا۔

علامہ مقدسی نے لکھا ہے کہ ان روایات اور اس طرح کی دوسری روایات کی بنا پر سماع کا انکار کیا گیا ہے۔ جہلاً منہم بصناعۃ علم الحدیث۔ جو کہ علم حدیث کی صناعت سے ناواقفیت کی بنا پر ہے۔ ان لوگوں کی یہ حالت ہے کہ جب یہ کسی کتاب میں کوئی حدیث دیکھتے ہیں وہ اپنے لئے اس کو مذہب بنا لیتے ہیں اور اس حدیث کی وجہ سے مخالفوں پر اعتراضات کرتے ہیں اور یہ ایک بڑی غلطی اور ایک عظیم جہالت ہے۔

نام نہاد اہل حدیث کے غلط طریقہ کو امام حافظ مقدسی نے جہالت سے تعبیر کیا ہے۔ یہ غلط طریقہ صد ہا سال سے جاری ہے۔ عاجز حضرت امام ابو عبد اللہ احمد بن حنبل اور شیخ المشائخ ابو عبد اللہ الحارث بن الاسد المحاسبی کا واقعہ لکھتا ہے تاکہ ائمہ دین اور اہل حق کا مسلک سب کے سامنے آئے۔

شیخ المشائخ الکبار حضرت محاسبی حضرت جنید بغدادی کے مشائخ میں سے ایک عظیم القدر شیخ تھے اور آپ ابو محمد رزقیم ابو البعاس بن عطار اور عمرو بن عثمان مکی کے سرگروہ تھے۔ آپ کی وفات ۲۳۳ھ میں ہوئی ہے۔ جنید بغدادی فرماتے ہیں کہ حضرت حارث کے والد اسد نے بہ کثرت مال و دولت چھوڑی، چوں کہ اسد کا عقیدہ خوارج

کا عقیدہ تھا۔ بنا بریں حضرت حارث محاسبی نے ان کے ترکہ میں سے ایک کوڑی بھی نہیں لی، ایک دن میں اپنے گھر کے دروازے میں بیٹھا تھا میں نے محاسبی کو جاتے ہوئے دیکھا، ان کے چہرے پر بھوک کے آثار تھے میں نے ان سے کہا۔ اگر آپ میرے گھر تشریف لے آئیں اور کچھ تناول فرمائیں بہتر ہو۔ انھوں نے فرمایا کیا یہ تمہاری خوشی ہے۔ میں نے ہاں میں جواب دیا اور وہ میرے ساتھ گھر میں آئے۔ میں اپنے چچا کے گھر گیا وہ صاحب استطاعت تھے۔ عمدہ کھانوں سے کبھی ان کا گھر خالی نہیں رہتا تھا۔ میں نے وہاں سے کچھ کھانا لا کر ان کے سامنے رکھا، انھوں نے ایک لقمہ اٹھا کر منہ میں رکھا۔ میں نے دیکھا کہ وہ اس لقمہ کے چبانے میں مصروف ہوئے اور پھر فوراً کھڑے ہو کر گھر سے نکل گئے۔ انھوں نے ایک بات بھی نہیں کی۔ دوسرے دن صبح کو ان سے ملاقات ہوئی۔ میں نے ان سے کہا۔

يَا عَمَّ سَرُّ رَبِّي وَ نَقَّصَتْ عَلَيَّ - اے چچا مجھ کو خوش وقت کیا اور پھر مجھ کو دل تنگ کر دیا۔

انھوں نے فرمایا۔ يَا بَنِيَّ، اَمَّا الْفَاقَةُ فَكَانَتْ شَدِيدَةً وَقَدْ اجْتَهَدْتُ فِي اَنْ اَنَالَ مِنَ الطَّعَامِ الَّذِي قَدَّمْتُهُ اِلَيَّ وَلَكِنْ بَيْنِي وَبَيْنَ اللّٰهِ عَلَامَةٌ اِذَا لَمْ يَكُنِ الطَّعَامُ مَرَضِيًّا اِرْتَفَعَ اِلَى اَنْفِي مِنْهُ زَفْرَةٌ فَلَمْ تَقْبَلْهُ نَفْسِي فَقَدْ رَمَيْتُ بِتِلْكَ اللِّقْمَةِ فِي دَهْلِيْزِكُمْ وَ خَرَجْتُ -

اے میرے فرزند، میرا فاقہ شدید تھا اور میں نے کوشش کی کہ تمہارے پیش کردہ کھانے سے کھاؤں، چونکہ میرے اور میرے پروردگار کے مابین ایک نشانی ہے، اگر کھانا درست نہیں ہوتا ہے میری ناک میں ایک حرارت سرایت کرتی ہے اور میرا نفس اس کھانے کو قبول نہیں کرتا ہے، چنانچہ میں نے اس لقمہ کو تمہارے دہلیز پر پھینکا اور باہر نکلا۔

حضرت محاسبی کو اللہ تعالیٰ نے علم ظاہر اور علم باطن میں صاحب کمال کیا تھا۔ مشہور محدث یزید بن ہارون اور دوسرے علماء کبار سے علم شریعت پڑھا تھا۔ آپ کی تالیفات خلق خدا مستفید ہوتی تھی۔ حضرت امام احمد حنبل کی وفات ۲۴۱ھ میں ہوئی ہے وہ حضرت محاسبی کو پسند نہیں کرتے تھے۔ ایک دن انھوں نے اسماعیل بن اسحاق السراج النیشاپوری سے فرمایا۔ مجھ کو یہ خبر پہنچی ہے کہ حارث محاسبی کی آمد و رفت تمہارے گھر ہوتی ہے، اگر تم مجھ کو

اپنے گھر میں ایسی جگہ بیٹھا دو کہ مجھ کو کوئی نہ دیکھے اور میں محاسبی کی بات سن سکوں، میرا دل خوش ہو جائے گا۔ میں نے ان سے کہا۔ عَلَى السَّمْعِ وَالطَّاعَةِ۔ یعنی بہ سر و چشم اس کام کو انجام دوں گا۔ اور میں محاسبی کے پاس گیا اور ان سے کہا۔ جناب ابو عبد اللہ، کیا ہی خوب ہو کہ ایک رات آپ اپنے تمام اصحاب کے ساتھ میرے گھر تشریف لائیں۔ وہاں آپ ذکر شریف کا حلقہ کریں اور کھانا تناول فرمائیں۔ انہوں نے کہا میرے اصحاب زیادہ ہیں۔ لَا تَزِدْ عَلَى الْكُسْبِ وَالثَّمْرِ (کُسْبِ تیل کی تلچھٹ کو کہتے ہیں) یعنی تم تیل کی تلچھٹ اور کھجور کے سوا اور کچھ نہ کرنا۔ اور میں امام احمد کے پاس گیا کہ وہ مغرب کے بعد میرے گھر آجائیں۔ چنانچہ میں ان کو بالاخانہ پر لے گیا اور ان سے کہا آپ یہاں قیام کریں۔ پھر محاسبی اور ان کے اصحاب کی آمد ہوئی۔ انہوں نے کھانا کھایا اور پھر عشا کی نماز پڑھی اور پھر محاسبی کے سامنے ادب سے بیٹھ گئے اور آدھی رات تک سب مراقب رہے۔ پھر ان میں سے ایک نے جناب شیخ سے کچھ دریافت کیا۔ آپ نے اس کا بیان کیا۔ سب اہل حلقہ بالکل خاموشی سے سنتے رہے۔ كَأَنَّ عَلَى رُءُوسِهِمُ الظُّلُمُ (گویا کہ ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہیں اگر وہ ہلے تو اڑ جائیں گے) البتہ بعض افراد رونے میں مصروف تھے اور کوئی نعرہ اللہ لگاتا تھا اور حضرت محاسبی اپنے بیان میں مصروف رہے، یہاں تک کہ سپیدہ صبح کا ظہور ہوا اور پھر یہ سب حضرات روانہ ہو گئے۔

اسماعیل نیشاپوری نے حضرت امام احمد حنبل کے متعلق کہا۔ میں آدھی رات کو ایک مرتبہ حضرت امام احمد کے پاس گیا، دیکھا کہ وہ بہت روئے ہیں اور پھر بے ہوش ہو گئے ہیں۔ پھر حضرت محاسبی اور ان کے رفقاء کے جانے کے بعد ان کے پاس گیا۔ میں نے ان کے احوال متغیر پائے۔ میں نے ان سے پوچھا آپ نے کیا دیکھا۔ فرمایا۔

مَا رَأَيْتُ مِثْلَ هَؤُلَاءِ الْقَوْمِ وَلَا سَمِعْتُ فِي عِلْمِ الْحَقَائِقِ مِثْلَ كَلَامِ هَذَا الرَّجُلِ وَعَلَى مَا وَصَفْتُ مِنْ أَحْوَالِهِمْ فَإِنِّي لَا أَرَى لَكَ صُحْبَتَهُمْ، ثُمَّ قَامَ وَخَرَجَ۔

میں نے اس قوم کا مثل نہیں دیکھا ہے اور نہ علم حقائق میں اس شخص کے کلام جیسا کبھی سنا ہے اور میرے اس بیان کے باوجود جو میں نے تم سے کہا میں تمہارے واسطے ان

کی صحبت پسند نہیں کرتا۔ یہ فرما کر آپ کھڑے ہوئے اور چلے گئے۔

یہ ہے حضرات ائمہ دین شکر اللہ سعیم کا پاک مسلک کہ انہوں نے حضرت محاسبی اور ان کے پاک نہاد افراد کی ایسی تعریف فرمائی کہ زائد کے لئے گنجائش نہیں، اور پھر اسماعیل نیشاپوری کو حقیقتِ امر سے آگاہ کر دیا کہ تم ان کے احوال میں نہیں ہو لہذا ان کے طور طریقوں سے بچو اور اپنے کام میں مصروف رہو، ان پر رد و قدح کر کے اپنی عاقبت خراب نہ کرو۔

اب یہ عاجز مسئلہ سماع بیان کرتا ہے۔ وَاللّٰهُ وَاٰلِیُّ التَّوْفِیْقِ۔

امام مقدسی نے لکھا ہے کہ حضرت مشاد دینوری نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا اور آنحضرت سے سماع کے متعلق دریافت کیا کہ آپ کا کیا ارشاد ہے، آپ نے فرمایا: "لَا اَنْكُرُ مِنْهُ شَيْئًا وَلٰكِنْ قُلْ لَهُمْ يَفْتَحُوْنَ قَبْلَهُ بِالْقُرْآنِ وَيَخْتَمُوْنَ بَعْدَهُ بِالْقُرْآنِ" یعنی سماع میں کچھ منکر نہیں پاتا، تم ان سے کہو کہ وہ سماع کی ابتدا اور اختتام قرآن مجید سے کریں۔

امام غزالی نے فرمایا ہے۔ ابن جریر سماع کے مسئلہ میں سماع کے قائل تھے۔ کسی نے ان سے کہا۔ قیامت کے دن سماع کو حسنات کے زمرے رکھو گے یا سنیات کے زمرے میں۔ آپ نے فرمایا۔ سماع لغو کا بشیہ ہے اور اللہ کا ارشاد ہے: "لَا يُؤْخَذُ كُمْ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِیْ اٰیْمَانِكُمْ" (بقرہ - ۲۲۵) نہیں پکڑتا تم کو اللہ ناکارہ قسموں پر۔

اور فرمایا ہے۔ پیاری آواز اللہ کا احسان ہے، جس کو چاہے عطا کرتا ہے۔ وہ فرماتا ہے۔ "یَزِیْدُ فِی الْخَلْقِ مَا یَشَاءُ" (فاطر ۱) "بڑھاتا ہے پیدائش میں جو چاہے"۔ اس سلسلہ میں کہا گیا ہے کہ یہ افزائش حسنِ صوت کی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ "اللّٰهُ اَشَدُّ اَذْنَا لِلرَّجُلِ الْحَسَنِ الصَّوْتِ بِالْقُرْآنِ مِنْ صَاحِبِ الْقَيْنَةِ اِلٰی قَيْنَتِهِ" اللہ تعالیٰ خوش آوازی سے قرآن مجید کا سننے والا کہیں زیادہ ہے بہ نسبت اُس شخص کے جو اپنی خوش آواز لونڈی کے گانے کو شوق سے سنتا ہے۔

علماء کرام نے حضرت داؤد علیہ السلام کے متعلق ایک روایت لکھی ہے کہ حضرت

داؤد علیہ السلام جس وقت زبور پڑھتے تھے یا نوح کیا کرتے تھے آپ کی آواز بہت زیادہ خوش الحان ہوا کرتی تھی۔ زبور کے پڑھنے کے وقت انس و جن، وحشی جانور اور پرندے آپ کی آواز سننے کے لئے اس کثرت سے جمع ہو جاتے تھے کہ کثرتِ ازدحام کی وجہ سے چار سولاشیں اٹھوائی جاتی تھیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو موسیٰ اشعری کی خوش الحانی کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا۔ لَقَدْ أُعْطِيَ مِزْمَارًا مِنْ مِزْمِيرِ آلِ دَاوُدَ۔ اَلِ دَاوُدَ كَيْفَ الْخَنَانِ میں سے ایک لُحْنِ اِن كُو مَلَاہے۔

ابو بکر محمد بن داؤد دینوری مشہور الترقی سے بیان کرتے ہیں کہ میں صحرا نوردی کر رہا تھا اتفاق سے قبائل عرب میں سے ایک قبیلہ کے پاس پہنچ گیا۔ اہل قبیلہ میں سے ایک شخص مجھ کو اپنے خبار (اپنے خیمہ) لے گیا۔ میں نے اس خبار میں ایک حبشی غلام کو مقید پایا اور خیمہ کے پاس چند اونٹ مرے ہوئے دیکھے۔ البتہ ایک ناتواں اور کمزور اونٹ کو خیمہ میں دیکھا۔ حبشی نے کہا۔ میرا آقا ایک کریم شخص ہے اس نے تم کو اپنا مہمان بنایا ہے اگر تم میری شفاعت میرے مولا سے کر دو وہ تمہاری شفاعت کو رد نہیں کرے گا اور میں اس بندش (قید) سے نجات پالوں گا۔

دینوری نے بیان کیا۔ جب خبار کا مالک روٹی لایا میں نے ہاتھ نہیں بڑھایا اور میں نے اس سے کہا جب تک اس غلام کے متعلق میری شفاعت قبول نہ کر دو گے میں تمہاری روٹی نہیں کھاؤں گا۔ اس نے بیان کیا۔ اس حبشی نے مجھ کو محتاج کر دیا ہے، میرا سارا مال اس نے ہلاک کر دیا ہے۔ میں نے اس سے دریافت کیا حبشی نے کیا کیا ہے۔ اس نے کہا اس حبشی کی آواز نہایت شیریں ہے۔ میری زندگانی کا مال و متاع ان اونٹوں کے اوپر لدا ہوا تھا، اس نے حدی بڑھی (اونٹوں کو تیز رفتار کرنے کے لئے رَجَبِيَّةَ اشْعَا بڑھے) اونٹ اس کا نغمہ سن کر مدہوش ہو گئے اور تین دن کی منزل ایک دن میں قطع کی اور سب اونٹ مر گئے صرف ایک اونٹ بچا ہے جو اس خبار کے اندر ہے۔ تم میرے مہمان ہو تمہاری کرامت اور احترام کرتے ہوئے میں اس حبشی کو تمہیں دیتا ہوں۔

سورج نکلنے پر میں نے چاہا کہ اپنے حبشی غلام سے اُس کی حُدی سنوں۔ ناتواں اونٹ پانی پینے کے واسطے کنویں پر گیا ہوا تھا، میں نے غلام سے کہا۔ حُدی پڑھو۔ جب اُس نے اپنی لے اٹھائی اور اونٹ نے اس کی آواز سنی اونٹ مدہوش ہوا، رستی توڑ دی اور وہیں اپنے منہ کے بل گرا۔ میں نے ایسی شیریں آواز کبھی نہیں سنی تھی۔

ابو الحسن زید فاروقی کہتا ہے۔ مشکات شریف کے باب البیان والشعر کے فصل ثالث میں بخاری و مسلم کی روایت کردہ حدیث میں جناب انجشہ کا واقعہ ہے۔ حضرت انس کہتے ہیں۔ **كَانَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدِيدٌ يُقَالُ لَهُ الْأَنْجَشَةُ وَكَانَ حَسَنَ الصَّوْتِ فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رُؤَيْدَكَ يَا أَنْجَشَةَ لَا تَكْسِرِ الْقَوَارِيرَ قَالَ قَتَادَةُ ضَعْفَةُ النَّسَاءِ۔**

عاجز نے اس روایت کا مفہوم فارسی میں نظم کیا ہے جو درج ذیل ہے۔

حضرت انجشہ کا واقعہ

- ۱۔ قصہ حادی جناب انجشہ
 - ۲۔ آل حُدی خوان جناب مصطفیٰ
 - ۳۔ اُسٹریلے چارہ زان صوت جمیل
 - ۴۔ در سفر بارے حُدی آغاز کرد
 - ۵۔ خواندستانہ بہ نوع پاک دل
- کردہ نقل آں راجاعت از خیار
بہترین لوگوں کی ایک جماعت نے نقل کیا ہے
از رجز خواندے بہ صوت زیر و ناز
نرم اور غمگین آواز سے رجز پڑھتا تھا
مست گشتہ تیز رفتی زیر بار
بوجھ میں دبا ہوا مست ہو کر تیز چلتا
بود سرور نیز بر نافت سوار
سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم بھی اونٹنی پر سوار تھے
ذکر پاکش ماند شیریں یادگار
اس پاک دل نے مست ہو کر اس طرح حُدی پڑھی کہ اس کا پاک ذکر یادگار بن گیا

- ۶۔ چوں جناب مصطفیٰ شعرش بیدید
 کاں بزنکِ برق گشته شعله بار
 جب جناب مصطفیٰ نے اُس کے شعروں کو دیکھا
 کہ وہ بجلی کی طرح شعلے برسا رہے ہیں
 ۷۔ گفت لا تأسر قوادیراً مجشہ
 سینہا راتا نہ سوزاند شرار
 فرمایا اے انجشہ شیشوں کو نہ توڑ
 تاکہ سینوں کی چنگاریاں نہ جلا دیں
 ۸۔ خوش نصیب است آن کہ سکر و انبساط
 صرف یاد حق کند لیل و نہار
 وہ خوش نصیب ہے جو سکر و انبساط کو
 صرف یادِ حق کند لیل و نہار
 ۹۔ در رہ الفت بہ عزم و صدق تام
 مردواراں پانہادہ استوار
 پورے عزم اور سچائی کے ساتھ محبت کی راہ میں
 مردانہ وار مضبوط قدم جمائے ہوئے ہے
 ۱۰۔ چشم پر نم آہ پر سوزش بود
 تن زبون و قلب باشد بے قرار
 اس کی آنکھ نمناک اور دل پر سوز ہو
 جسم عاجز اور دل بے قرار ہو
 ۱۱۔ ہر زماں از شوق مستیہا کند
 ہر نفس بر جانِ جانانش نثار
 ہر لفظ شوق سے مستیاں کرے
 ہر نفس بر جانِ جانانش نثار ہو
 ۱۲۔ ذکر پاکش داروے دلہا است زید
 ہر سانس محبوب کے نام پر قربان ہو
 آتشِ عشقش سپر باشد ز ناز
 اس کے عشق کی آگ جہنم کی سپر ہوگی
 زید اس کا پاک ذکر دلوں کی دوا ہے

ائمہ کے کلام کی طرف رجوع

مشکات کے باب البیان والشعر کے فصل اول میں صحیح مسلم کی روایت ہے۔ عن عمرو بن الشریذ عن ابیہ قال ردت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوماً، فقال هل معک من شعر امیۃ بن ابی الصلت شیء قلت نعم قال ہنیہ ثم انشدتہ بیتاً فقال ہنیہ حتی انشدتہ مائتہ بیت۔ عمرو بن شریذ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ایک دن میں

۱۰ ہنیہ، یہ کلمہ پیش کرنے کے معنی میں ہے۔ اگر آخری ہد پر زیر لگا کر ہنیہ کہا جائے تو طلب اس شے کی ہے یعنی امیۃ بن ابی الصلت کے مزید شعر پڑھو اور اگر ہنیہ دو زیر سے پڑھے تو صرف شعر کی طلب ہے کسی کا ہو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے اونٹ پر بیٹھا۔ آپ نے مجھ سے فرمایا۔ کیا تمہارے پاس اُمیۃ بن ابی القلت کے کچھ اشعار ہیں۔ میں نے کہا۔ جی ہاں ہیں۔ آپ نے فرمایا پڑھو۔ میں نے ایک شعر پڑھا۔ آپ نے ھیدہ کسرہ سے کہا۔ میں نے اُمیۃ کا دوسرا شعر پڑھا اور آپ کی طلب در طلب میں ایک سو شعر اُمیۃ کے سنائے۔

حضرت عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک سفر پر تشریف لے گئے قریش کی ایک لڑکی نے نذر مانی۔ اگر آنحضرت خیریت سے آگئے میں حضرت عائشہ کے گھر میں دف بجاؤں گی۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بہ خیر تشریف لے آئے حضرت عائشہ نے اس کی نذر کا ذکر آنحضرت سے کیا۔ آپ نے فرمایا۔ فَلْتَضْرِبْ وَهْ بِجَالِے۔ اگر دف کا بجانا گناہ اور معصیت ہوتا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دف بجانے سے روکتے اور کفارہ دینے کا حکم کرتے۔

امام شعبی نے بیان کیا کہ عید کا دن تھا عیاض اشعری کی گزر واقع ہوئی انھوں نے فرمایا۔ "مَا لِي لَا أَرَاهُمْ يُفْلِسُونَ فَإِنَّهُ مِنَ الشُّنَّةِ" کیا بات ہے لوگ دف نہیں بجا رہے ہیں (تفلیس دف بجانے کو کہتے ہیں) یہ تو مسنون طریقہ ہے۔

امام غزالی نے فرمایا ہے۔ خوشی کے اوقات میں خوشی کے اظہار کے لئے مباح ہے عید کے دنوں میں، نکاح کرنے، پر دیسی کی آمد، ولیمہ کے دن، عقیقہ کے دن، بچہ کی ولادت کے دن، ختنہ کرانے کے دن، حفظ قرآن مجید پر اظہار سرور کرنا اور دف بجانا جائز ہے۔ دیکھو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ منورہ تشریف لائے تو انصار کی عورتیں مکانوں کی چھتوں پر چڑھ گئیں انھوں نے دف بجا کر خوش الحانی کے ساتھ یہ شعر گائے۔

۱۔ طَلَعَ الْبَدْرُ عَلَيْنَا۔ مِنْ شِيَابِ الْوَدَاعِ

۲۔ وَجَبَ الشُّكْرُ عَلَيْنَا مَا دَعَا إِلَهُ دَاعِيَ

۳۔ أَيُّهَا الْمُبْعُوثُ فِينَا جِئْتَ بِالْأَمْرِ الْمَطَاعِ

۱۔ ہم پر بدرِ کامل کا طلوع ہوا ہے۔ رخصت کرنے کے ٹیلوں کی طرف سے۔

۲۔ ہم پر اللہ تعالیٰ کا شکر واجب ہو گیا ہے، جب تک کہ اللہ کی طرف کوئی بلانے والا بلا تا ہے۔

۳- اے وہ ذات گرامی جس کو ہماری ہدایت کے واسطے اللہ نے بھیجا ہے۔ آپ ایسی چیز لے کر آئے ہیں جو مسلم اور مطاع ہے۔

ابوداؤد کی ایک روایت میں ہے کہ صحابہ کی ایک جماعت نے رقص کیا۔

ائمہ اعلام نے فرمایا ہے۔ جن افراد نے سماع کو حرام کہا ہے، انہوں نے روایات منکرہ اور ضعیفہ سے استدلال کیا ہے، صحیح حدیث ان کے پاس نہیں ہے۔

علامہ ابراہیم بن سعد بن ابراہیم بن عبدالرحمن بن عوف زہری رضی اللہ عنہم اجمعین مدینہ منورہ کے اچلہ تابعین اور کبار محدثین میں سے تھے، انہوں نے سماع و مزامیر کی اہمیت کا فتویٰ دیا تھا۔ خلیفہ ہارون رشید عباسی کے زمانہ میں وہ بغداد آئے۔ آپ امام شافعی اور امام احمد بن حنبل کے اساتذہ میں سے تھے۔ لوگوں کا رجوع آپ کی طرف ہوا۔ بعض افراد نے آپ سے کہا۔ آپ مزامیر کیوں سنتے ہیں۔ اعتراض کرنے والوں کی بات آپ کو ناگوار ہوئی اور آپ نے خدا کی قسم کھا کر کہا۔ میں حدیث شریف کی روایت اُس وقت کیا کروں گا جب کہ عود بجا کر غنا نہ کر لوں۔ اور آپ نے فرمایا۔ جو چیز شریعت میں جائز ہے

اس کا مانع کون ہے۔ "وَأْتَفَقَ أَنَّهُ اجْتَمَعَ بِالْخَلِيفَةِ هَارُونَ الرَّشِيدِ، فَقَالَ لَهُ الْخَلِيفَةُ، حَدِّثْنَا يَا إِبْرَاهِيمُ فَقَالَ أَتَيْتَنِي بِالْعُودِ، قَالَ تُرِيدُ عُودَ الْمُجْمَرِ أَمْ عُودَ الْغِنَاءِ، قَالَ بَلْ عُودَ الْغِنَاءِ، فَأَحْضَرَهُ فَضْرَبَ بِهِ ثُمَّ غَنَّا ثُمَّ حَدَّثَهُ، فَقَالَ لَهُ الْخَلِيفَةُ، مَنْ قَالَ بِتَحْرِيمِ هَذَا مِنْ عُلَمَائِكُمْ، فَأَجَابَ مَنْ رَبَطَهُ اللَّهُ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ بِالظَّاهِرِ" اتفاق سے اُن کا اور خلیفہ ہارون رشید کا اجتماع ہوا۔

خلیفہ نے ان سے کہا۔ ابراہیم ہم سے حدیث شریف بیان کرو۔ ابراہیم نے کہا۔ مجھ کو عود دو۔ خلیفہ نے کہا۔ جلانے والی عود چاہیے یا گانے والی۔ آپ نے کہا۔ میں گانے والی عود چاہتا ہوں۔ چنانچہ عود لائی گئی۔ آپ نے عود بجا کر گانا گایا اور پھر ہارون رشید کو حدیث سنائی۔ ہارون رشید نے آپ سے کہا۔ تمہارے علماء میں سے اس کی حرمت کا کون قائل ہے۔ آپ نے جواب میں کہا۔ جس کا دل اللہ نے ظواہر سے باندھ رکھا ہے۔ امام احمد بن حنبل نے آپ سے روایت اس دور میں کی ہے جب آپ عود بجا کر اور غنا

کر کے حدیث شریف کی روایت کیا کرتے تھے۔ امام مسلم نے آپ کی مرویات لی ہیں۔

امام ابن سیرین نے بیان کیا کہ ایک شخص چند لونڈیوں کو لے کر مدینہ منورہ پہنچا اور حضرت عبداللہ بن عمر کے گھر میں ٹھہرا۔ ان لونڈیوں میں ایک لونڈی دف بجاتی تھی۔ ایک خریدار آیا لیکن اس کو کوئی لونڈی پسند نہ آئی۔ ابن عمر نے لونڈیوں کے مالک سے کہا کہ میں تم کو ایک شخص کے پاس لے جاتا ہوں وہ اچھا خریدار ہے اور آپ اس شخص کو اور اس کی لونڈیوں کو حضرت عبداللہ بن جعفر طیار کے گھر لے گئے اور لونڈیوں کو حضرت عبداللہ بن جعفر کے سامنے لائے اور گانے والی لونڈی سے کہا عود سنہا لو۔ چنانچہ وہ گائی اور حضرت ابن عمر کو خیال ہوا کہ حضرت ابن جعفر کو اس کا گانا پسند آ گیا ہے۔ آپ نے فرمایا: "حَسْبُكَ سَائِرَ الْيَوْمِ عَنْ مَزْمُورِ الشَّيْطَانِ" کافی ہے اب دن بھر کے لئے تمہارے واسطے یہ شیطانی راگ۔ اور ابن جعفر نے اس گانے والی لونڈی کو خرید لیا۔ اس کے بعد لونڈی کا مالک حضرت ابن عمر کے پاس پھر آیا اور اس نے حضرت ابن عمر سے کہا کہ سات سو درہم کا نقصان میرا ہوا ہے۔ حضرت ابن عمر اس شخص کے ساتھ پھر حضرت عبداللہ بن جعفر طیار کے گھر گئے اور ان سے کہا اس شخص کا نقصان سات سو درہم کا ہوا ہے لہذا یا تو لونڈی کو پھر دو یا اس شخص کو سات سو درہم دے دو۔ حضرت ابن جعفر نے کہا کہ میں درہم دیتا ہوں۔ چنانچہ آپ نے درہم دیئے اور وہ شخص رخصت ہوا۔

اتباع سنت کے سلسلہ میں حضرت ابن عمر کا مسلک روشن اور عیاں ہے۔ اگر گانے والی کا گانا سننا، یا اس کو دیکھنا یا اس کا خریدنا یا اس کا بیچنا حرام ہوتا کیا وہ ان امور کا ارتکاب کرتے۔ انھوں نے اگر مزبور شیطان۔ شیطانی راگ کہہ دیا ہے اس کا حمل حرمت پر وہی شخص کرے گا جو پس و پیش سے واقف نہ ہوگا۔ مزبور شیطان سے مراد امر لغو، بے کار کام ہے جیسا کہ یٰمٰیْنِ لَغُوْہِ ہے۔ حضرت سعدی فرماتے ہیں :-

جزیاد دوست ہر چہ کنی عمر ضائع است جزیر عشق ہر چہ بخوانی بطالت است

سعدی بشوے لوح دل از یاد غیر حق علمے کہ رہ بہ حق نہ نماید جہالت است

کتنے ہی حضرات صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے دف و عود و مزار اور بالنسری سنی ہے مثلاً عبداللہ بن عمر، عبداللہ بن جعفر طیار، ہاشمی، عبداللہ بن زبیر، معاویہ بن ابی سفیان

حسان بن ثابت، عمر بن العاص وغیر ہم اور حضرات تابعین میں سے خارجہ بن زید، عبدالرحمن بن حسان، سعید بن المسیب، عطار بن ابی رباح، شعبی، ابن ابی عتیق، ابراہیم بن سعد بن ابراہیم اور مدینہ منورہ کے اکثر فقہاء ہیں۔

اور بغیر آکاتِ طرب غنا کا سننا، پڑھنے والا مرد ہو یا عورت۔ صحابہ کرام سے کثیر افراد نے سنا ہے۔ جیسے حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت ابو عبیدہ بن الجراح، حضرات سعد بن ابی وقاص، ابو مسعود انصاری، عبداللہ بن ارقم، بلال، اسامہ بن زید، عبدالرحمن بن عوف، حمزہ بن عبدالمطلب، عبداللہ بن عمر، برار بن مالک، عبداللہ بن الزبیر، عمرو بن العاص معاویہ بن ابی سفیان، نعمان بن بشیر، حسان بن ثابت، مغیرہ بن شعبہ، ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہم جمعین۔ اور تابعین اخیر میں سے جم غفیر نے سنا ہے۔ چند حضرات کے نام لکھے جاتے ہیں۔ سعید بن المسیب، سالم بن عبداللہ بن عمر، عبدالرحمن بن حسان، خارجہ بن زید، مشریح القاضی، سعید بن جبیر، عامر شعبی، عبداللہ بن ابی عتیق، عطار بن ابی رباح، عمر بن عبدالعزیز وغیر ہم رحمۃ اللہ علیہم جمعین۔

علامہ تاج الدین فرزند تفتی الدین سبکی شافعی نے طبقات الشافعیۃ الکبریٰ کی جلد اول صفحہ دو سو اکتالیس اور بیالیس میں اسمعیل بن یحییٰ المزنی کے حال میں لکھا ہے کہ مزنی نے کہا کہ میں اور ابراہیم بن اسماعیل بن علیہ، شافعی کے ساتھ جا رہے تھے کہ ہمارا گزر ایک گھر پر ہوا وہاں ایک لونڈی پڑھ رہی تھی۔

حَلِيلِيَّ مَا بَالَ الْمُطَايَا كَأَنَّ نَا
نَزَاهَا عَلَى الْأَعْقَابِ بِالْقَوْمِ تَنَكُّصُ

شافعی نے کہا، ادھر مڑو تاکہ ہم سنیں، چنانچہ ہم ادھر گئے اور لڑکی کا گانا سنا، جب اس کا گانا تمام ہوا ہم وہاں سے چلے۔ شافعی نے ابراہیم بن اسماعیل سے کہا۔ کیا تم کو لذت حاصل ہوئی۔ ابراہیم نے نفی میں جواب دیا۔ شافعی نے اس سے کہا۔ تم میں جس نہیں ہے۔

علامہ ابراہیم بن سعد بن ابراہیم کا واقعہ گزر چکا ہے۔ اس واقعہ کو علامہ زنجبیری نے "ربیع الابرار" میں لکھا ہے۔ اس میں اس کا اضافہ ہے۔

خليفة ہارون رشيد نے کہا "بَلَّغْتَنِي أَنَّ مَالِكَ بْنَ أَنَسٍ يُحَرِّمُهُ" مجھ کو یہ بات پہنچی ہے کہ مالک بن انس اس کو حرام کہتے ہیں "ابراہیم نے ہارون رشيد سے کہا۔
 "وَمَا لِكَ أَنْ يُحَرِّمَ وَيُحِلَّلَ وَاللَّهِ مَا كَانَ هَذَا إِلَّا بِنِ عَمِّكَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ
 أَكْرَمُ الْخَلْقِ الْأَعْنُ وَحِي مِنْ رَبِّهِ فَهَلْ يَجُوزُ ذَلِكَ لِمَالِكٍ" کیا مالک کو حرام کرنے یا حلال
 کرنے کا اختیار ہے، خدا کی قسم یہ بات تو تمہارے چچا کے بیٹے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی
 بغیر وحی کے حاصل نہ تھی۔ حالانکہ آپ تمام مخلوق سے اکرم ہیں۔ جو کچھ آپ نے فرمایا ہے
 وہ وحی کی بنا پر ہے۔ تو کیا مالک کو یہ جائز ہے؟

یہ ابراہیم بن سعد بن ابراہیم زہری حضرت امام ابو حنیفہ کے اجلہ اصحاب
 میں سے تھے۔

"نَهَايَةُ الْأَدَبِ" میں لکھا ہے "هَذَا أَمْرٌ لَمْ يَرَوْعَنَّ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 فِي تَحْلِيلِهِ وَلَا تَحْرِيمِهِ نَصٌّ يُرْجَعُ إِلَيْهِ، فَكَانَ حُكْمُهُ كَحُكْمِ الْأَبِيحَةِ وَإِنَّمَا تَرَكَهُ مِنْ
 الْمُتَقَدِّمِينَ تَوَرُّعًا كَمَا تَرَكَوا الْبُسَّ الْبَسَّ وَاللَّيْنِ وَأَكَلَ الطَّيِّبَ وَشَرَبَ الْبَارِدَ وَالِاجْتِمَاعَ
 بِالنِّسْوَانِ الْحَسَانِ، وَمَعْلُومٌ أَنَّ هَذَا كُلُّهُ حَلَالٌ وَقَدْ تَرَكَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
 وَسَلَّمَ أَكْلَ الصَّبِّ وَسُئِلَ عَنْهُ - قَالَ لَا وَلَكِنْ لَمْ يَكُنْ يَرْضَى قَوْمِي فَأَجِدُنِي أَعَافُهُ
 وَأُكَلِّ عَلَى مَا عَدَّتْهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ رَوَى عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ أَنَّهُ قَالَ
 إِذَا رَأَيْتَ أَهْلَ الْمَدِينَةِ اجْتَمَعُوا عَلَى شَيْءٍ فَاعْلَمِ أَنَّهُ سُنَّةٌ"

یہ ایسا امر ہے کہ اس کا حکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں ہے، نہ حلیت
 کا اور نہ حرمت کا کوئی ایسا حکم ہے جس کو لیا جائے۔ لہذا اس کا حکم اباحت کا ہے۔
 متقدمین میں سے جس نے اس کو چھوڑا ہے تورع کی بنا پر چھوڑا ہے، جیسا کہ انھوں نے
 عمدہ نرم کپڑوں کا پہننا چھوڑا ہے اور عمدہ غذا چھوڑی ہے اور ٹھنڈے پانی کا پینا
 چھوڑا ہے اور اچھی عورتوں سے ملنا چھوڑا ہے۔ حالاں کہ یہ سب امور حلال ہیں۔ اور
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گوہ نہیں کھایا حالانکہ آپ کے دسترخوان پر کھایا گیا اور
 آپ سے دریافت کیا گیا۔ آپ نے فرمایا کہ یہ میرے قوم کی زمین میں نہیں تھا اور میری

طبیعت اس کو نہیں لے رہی ہے جیسا کہ تم دیکھ رہے ہو کہ میں اس کو نہیں کھا رہا ہوں حضرت زید بن ثابت نے فرمایا ہے۔ جب تم اہل مدینہ کو کسی امر پر مجتمع دیکھو سمجھ جاؤ کہ وہ سنت ہے۔ اس مسئلہ سماع و غنا کے متعلق کسی نے علامہ دقیق بن العید سے دریافت کیا، آپ نے فرمایا۔ اس مسئلہ کے کرنے یا نہ کرنے کے متعلق کوئی صحیح حدیث وارد نہیں ہے۔ یہ مسئلہ اجتہاد یہ ہے، جس کا اجتہاد تحریم کی طرف گیا اس نے حرام کہا اور جس کا اجتہاد جواز کی طرف گیا اس نے جائز کہا۔

قطب شام علامہ زماں شیخ عبدالغنی بن اسماعیل بن عبدالغنی بن اسماعیل بن احمد بن ابراہیم نابلسی دمشقی حنفی نقشبندی قادری متولد ۱۲۵۵ھ متوفی ۱۳۳۳ھ قدس سرہ کی تالیفات بہت زیادہ ہیں۔ آپ نے ایک رسالہ "کشف النور عن اصحاب القبور" لکھا ہے۔ اس کے آخر میں کاتب نے آپ کی دو سوسولہ تالیفات کا نام لکھ کر لکھا ہے۔ وَغَيْرُ ذَلِكَ۔ اس کے علاوہ اور بھی ہیں۔ مصر میں ایک طالب علم نے ازہر شریف میں کہا تھا کہ آپ کی تالیفات چار سو کے قریب ہیں۔ آپ نے سماع کے متعلق ایک رسالہ لکھا ہے۔ اس کا نام "إيضاح الدلالات في سماع الآلات" ہے۔ عاجز اس رسالہ کی کچھ عبارت نقل کرتا ہے۔ لکھا ہے۔

فَاعْلَمْ الْآنَ مَا تُرِيدُ أَنْ تَذْكُرَهُ لَكَ مِنْ هَذَا الْحُكْمِ الْوَاحِدِ وَاصْغِ إِلَيْهِ تُرْشِدُ
 أَنْ شَاءَ اللَّهُ وَهُوَ أَنَا نَقُولُ بِمَعُونَةِ اللَّهِ تَعَالَى۔ أَمَّا حُكْمُ اللَّهِ تَعَالَى فِي هَذِهِ الْمَسْئَلَةِ
 الَّتِي هِيَ مَسْئَلَةُ سَمَاعِ الْآلَاتِ الْمُطْرِبَاتِ بِالنِّعَمَاتِ الطَّيِّبَاتِ مُطْلَقًا عَلَى مُقْتَضَى مَا
 قَدْ مَنَاهُ مِنَ الْأَقْسَامِ فَإِنْ اقْتَرَنْتَ هَذِهِ الْآلَاتُ وَهَذَا السَّمَاعُ الْمَذْكُورُ بِأَنْوَاعِهِ
 بِالْخَمْرِ وَالزَّيْنِ أَوِ اللَّوَاطَةِ أَوْ دَوَاعِي ذَلِكَ مِنَ اللَّمْسِ بِشَهْوَةٍ لِغَيْرِ الزَّوْجَةِ وَالْأُمَّةِ
 أَوْ لَمْ يَكُنْ شَيْءٌ مِنْ ذَلِكَ فِي الْمَجْلِسِ بَلْ كَانَ فِي الْمَقْصِدِ وَالنِّيَّةِ الشَّهْوَاتِ الْمُحْرَمَةِ
 بِأَنْ تَصَوَّرَ فِي نَفْسِهِ شَيْئًا مِنْ ذَلِكَ وَاسْتَحْسَنَ أَنْ يَكُونَ مَوْجُودًا فِي الْمَجْلِسِ فَهَذَا
 السَّمَاعُ حَرَامٌ حَيْثُ عَلِيَ كُلُّ مَنْ سَمِعَهُ بِعَيْنِهِ فِي حَقِّهِ هُوَ فِي نَفْسِهِ بِاعْتِبَارِ قَصْدِهِ
 وَنِيَّتِهِ لِأَنَّهُ دَاعٍ فِي حَقِّهِ إِلَى الْوُقُوعِ فِي الْمَحْرَمَاتِ الْمَوْجُودَةِ فِي الْمَجْلِسِ وَالْمَقْصُودَةِ
 الَّتِي تَصَوَّرَهَا فِي نَفْسِهِ وَاسْتَحْسَنَهَا أَنْ تَكُونَ فِي ذَلِكَ الْمَجْلِسِ وَكُلُّ مَا يَدْعُو إِلَى

الحرام فهو حرام واذ كان هذا المعنى هو الغالب الكثير في أهل هذا الزمان فلا
 نحكم به نحن في كل أحد بالفراصة والتخمين ونسب الفسق بسبب ذلك الى
 أمه محمد صلى الله عليه وسلم ما لم تكن المحرمات المذكورة ظاهرة في ذلك
 المجلس من غير احتمال ولا تاويل، فكل انسان له على نفسه بصيرة وكل أحد مكلف
 بحفظ نفسه من المحرمات المهلكة في الآخرة كما هو مكلف بحفظ نفسه من الأمور
 المهلكة في الدنيا ولا يجوز التجسس من عورات المسلمين كما قد مناه إلا بحكام السياسة
 فقط دون حكام الشرع وبقية الناس لأن حكام السياسة هم المأمورون لسياسة
 الخلق وتاديبهم على كل حال ولهم من الأحكام ما ليس لغيرهم وقد وجدت رسالة
 لبعض العلماء الكبار من الحنفية وصفها في بيان السياسة وذكر فيها ما لا يغناء للمكلفين
 عن معرفته حتى قال فيها-

واعلم أن التوسعة على الحكام في أحكام السياسة ليست مخالفة للشرع بل
 تشهد لها الأدلة والقواعد الشرعية وسرد ذلك بما يطول شرحه وبيانه، هذا
 مقدار ما يحرم من سماع الآلات المطربة والنغمات الطيبة لما يترتب على ذلك من
 الوقوع في المحرمات العينية لا لعين ذلك السماع في نفسه-

وأما المباح من ذلك فهو إذا كان المجلس خالياً من الخمر والزنى واللواط والمس
 شهوة والتقبيل لغير الزوجة والأمة وكان لذلك السامع قصد حسن ونية حسنة
 وباطن نظيف طاهر من الهموم على الشهوات المحرمة كشهوة الزنى أو اللواط أو شرب
 الخمر أو شيء من المسكرات أو المخدرات وكان قادراً على ضبط قلبه وحفظ خاطره من
 أن يخطر فيه شيء مما حرّمه الله تعالى عليه وإذا خطر يقدر على دفعه من قلبه و
 غسل خاطره منه في الحال، ولا يضر تكرر وقوع ذلك القصد بعد أن يكون مراقباً
 لا امتناع من قبوله فإنه يجوز له أن يسمع هذا السماع المذكور حينئذٍ بأنواعه كلها و
 لا يحرم عليه شيء من ذلك ولا يكره له ما دام موصوفاً بما ذكرناه لأنه طاهر نظيف
 حينئذٍ في ظاهره وباطنه فلا يوقعه السماع المذكور في شيء مما نهى الله تعالى عنه، فهو

مُبَاحٌ لَهُ إِنْ لَمْ يَكُنْ مِنْ أَهْلِ الْمَعْرِفَةِ بِاللَّهِ تَعَالَى وَبِتَجَلِّيَاتِهِ بِأَنَّ كَانَ عَامِيًا جَاهِلًا غَافِلًا
 أَوْ كَانَ عَالِمًا مُجَوِّبًا يَعْلَمُهُ عَنِ شُهُودٍ مَعْلُومَةٍ، وَأَمَّا إِذَا كَانَ مِنْ أَهْلِ الْمَعْرِفَةِ وَالشُّهُودِ
 وَلَا تَخْلُو الْأَرْضُ مِنْهُمْ فِي كُلِّ زَمَانٍ وَمَكَانٍ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَإِنْ أَنْكَرْتُمْ أَهْلَ الْغَفْلَةِ
 لِإِنِّطْمَاسِ الْبَصَائِرِ وَقَدْ الْيَقِينِ مِنَ الْقُلُوبِ فَيَصِيرُ السَّمْعُ الْمَذْكُورُ حِينِيذٍ فِي حَقِّهِ
 مُسْتَحَبًّا مُنْدُوبًا إِلَيْهِ لِاسْتِفَادَتِهِ مِنْهُ الْحَقَائِقُ الْأَلْهِيَّةَ وَالْمَعَارِفَ الرَّبَّانِيَّةَ وَفَهْمَهُ
 بِهِ لِلْمَعَانِي التَّوْحِيدِيَّةَ وَالْإِشَارَاتِ الرَّبَّانِيَّةَ وَقَدْ صَنَّفْتُ رِسَالَةً بِطَلَبِ بَعْضِ
 الْأَخْوَانِ مِنْي ذَلِكَ وَسَمَّيْتُهَا "تَحْفَةُ أَوْلِي الْأَلْبَابِ فِي الْعُلُومِ الْمُسْتَفَادَةِ مِنَ النَّسَائِ
 وَالشَّبَابِ (الشَّبَابَةُ نَوْعٌ مِنَ الْمِرْمَارِ) وَذَكَرْتُ فِيهَا بَعْضَ مَا كُنْتُ أَفْهَمُهُ مِنَ الْأَلَاتِ
 الْمَطْرَبَةِ مِنَ عُلُومِ اللَّهِ تَعَالَى وَمَعَارِفِهِ التَّوْحِيدِيَّةِ مَعَ آتِي مِنَ الْقَصِ أَهْلِ اللَّهِ تَعَالَى حَالًا
 وَأَقْصَرُهُمْ بَاعًا وَالْخَيْرُ بَاقِي فِي الْأُمَّةِ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ - انْتَهَى -

علامہ اجل عبدالغنی نابلسی قدس سرہ کی عبارت کا مفہوم اختصار کے ساتھ یہ عاجز لکھتا
 ہے۔ آپ فرماتے ہیں۔

"ہم جو کچھ لکھ رہے ہیں اللہ تعالیٰ کی مدد سے لکھ رہے ہیں۔ تم اس کو خیال سے پڑھو۔
 اللہ تعالیٰ سے امید ہے فلاح پاؤ گے۔ اگر محفل نہ ظاہر شراب نوشی، زنا، لواطت اور جنبہ
 عورت کو بری نظر سے دیکھنے سے پاک ہے لیکن سماع اور آلاتِ طرب سننے والے کا مقصد
 ان حرام امور کا تصور کرنا ہو تو اس کے واسطے سماع اور آلاتِ طرب کا سننا حرام ہے۔
 اس بات کا خیال رہے کہ ہمارا زمانہ اگرچہ فتنوں سے بھرا ہے اور اکثر لوگوں کے خیالات
 فسق و فجور کی طرف مائل ہیں لیکن ہم اپنی فراست اور خیال سے کسی کو فاسق نہیں کہہ سکتے۔
 ہر شخص اپنے احوال سے واقف ہے۔ ہم یہ بات کہہ سکتے ہیں کہ ہر ایک اپنے کو حرام سے بچائے۔
 ہم کو جائز نہیں کہ جاسوسی کریں اور لوگوں کی پوشیدہ باتوں کو معلوم کرنے کی کوشش کریں
 خفیہ باتوں کا معلوم کرنا اور لوگوں کو سزا دینی حکامِ شریعت کا کام نہیں ہے بلکہ یہ حکامِ سیاست
 کا کام ہے۔ ایک بلند پایہ حنفی عالم نے اس سلسلہ میں ایک عمدہ کتاب لکھی ہے۔ انھوں نے
 ایسے مسائل کا بیان کیا ہے جن کا علم ہر سمجھدار کو ہونا چاہئے۔

یہ عاجز کہتا ہے علامہ نابلسی نے علم سیاست اور ایک حنفی علامہ کی تالیف کا ذکر کیا ہے لیکن نہ کتاب کا نام لکھا ہے اور نہ مؤلف کا اور نہ بعض مسائل بیان کر کے علم سیاست کی اہمیت کا اظہار کیا ہے۔ اس سلسلہ میں ایک کتاب عاجز کو دستیاب ہوئی ہے۔ یہ کتاب ابن تیمیہ کے شاگرد ابن قیم الجوزیہ متولد ۶۹۱ھ متوفی ۷۵۰ھ نے لکھی ہے۔ پہلی مرتبہ مفتی محمد عبدہ کے زمانے میں ”الْفِرَاسَةُ الْمَرْضِيَّةُ فِي أَحْكَامِ السِّيَاسَةِ الشَّرْعِيَّةِ“ کے نام سے اور پھر ۱۳۷۲ھ میں ”الطَّرِيقُ الْحَكِيمِيَّةُ فِي السِّيَاسَةِ الشَّرْعِيَّةِ“ کے نام سے چھپی ہے۔ عاجز اس کتاب سے بعض فوائد کا بیان کرتا ہے تاکہ ناظرین کو سیاست شرعیہ کا علم ہو۔

سیاست شرعیہ کی اساس بخاری اور مسلم کی روایت کردہ یہ حدیث شریف ہے حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قسم ہے اس پاک ذات کی جس کے دست قدرت میں میری جان ہے۔ یقیناً میں نے ارادہ کیا کہ لکڑیوں کے جمع کرنے کا حکم دوں اور پھر نماز کے لئے اذان دلوؤں اور کسی شخص کو حکم دوں کہ نماز پڑھ لے اور میں ان لوگوں کی طرف جاؤں جو نماز پڑھنے کے واسطے نہیں آئے ہیں۔ میں ان کو اچانک پکڑ لوں اور ان پر ان کے مکانات جلا دوں۔ قسم ہے اس پاک ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اگر ان لوگوں کو معلوم ہو کہ ان کو ایک فریب ہڈی یا گائے یا بکری کے دو ستم ملیں گے یہ عشار کی نماز پڑھنے کو ضرور آئیں گے۔

اس روایت کی روشنی میں ائمہ دین کا مسلک اس طرح رہا ہے۔

(۱) حضرت خالد بن ولید نے حضرت ابو بکر صدیق کو لکھا۔ یہاں کچھ لوگ لواطت کرتے ہیں۔ حضرت صدیق نے حضرات صحابہ کو جمع کیا اور اس مسئلہ میں ان کی رائے دریافت کی۔ حضرت علی نے فرمایا۔ پہلی امتوں میں سے ایک امت اس فعل شنیع کی مرتکب ہوئی جس کا ذکر اللہ نے کیا ہے۔ اس امت کے انجام کا سب کو علم ہے۔ میری رائے یہ ہے کہ ان کو آگ سے جلا دیا جائے۔

(۲) حضرت عمر نے شراب خانہ کو جلا یا اور اس گاؤں کو جلا یا جہاں شراب بنتی تھی۔

(۳) حضرت عمر نے حضرت سعد بن وقاص کے محل کو نذر آتش کرا یا جو کوفہ میں تھا۔

اور جس میں حضرت سعد انصاف کے طلب گاروں سے روپوش ہوا کرتے تھے۔

(۴۱) حضرت عثمان نے قرآن مجید کو ایک حرف پر جمع کیا تاکہ امت محمدیہ میں اختلاف

پیدا نہ ہو۔ اس سلسلہ میں آپ کا عمل احکام سیاست پر تھا۔

یہ عاجز کہتا ہے حضرات ائمہ مجتہدین نے امت مرحومہ کے لئے ابواب یستروا ولا تقسروا

بیشروا ولا تنفروا کھولے ہیں۔ اگر ان کی سیاست کو کوئی نہیں سمجھا ہے ان پر کیا الزام عائد ہوگا۔

مشہور محدث امام عمش نے امام ابو حنیفہ اور ابو یوسف سے اظہار حقیقت کرتے ہوئے فرمایا

ہے۔ آپ صاحبان اطبا ہیں اور ہم روایت کنندگان حدیث صیاد لہ۔ ہیں (جو اجزائے مفردہ

فروخت کرتا ہے یعنی دو ساز)

علامہ نابلسی نے کہا ہے۔ تم اچھی طرح سمجھ لو کہ حکام اور سلاطین کو جو اختیارات ملے ہیں وہ

شریعت کے مخالف نہیں ہیں۔ ان احکام اور ادلہ کا بیان باعث تطویل ہے اس لئے ہم اس کا

بیان نہیں کرتے۔

آلات مطربہ یا سماع نعمات طیبہ کی وجہ سے اگر کوئی شخص فعل حرام قطعی میں مبتلا ہوتا

ہے یہ حرمت آلات مطربہ یا نعمات طیبہ کی ذاتی نہیں ہے۔ اس کی وجہ عارضی ہے۔

اگر محفل محرمات سے پاک ہے اور سننے والے کا مقصد بھی فاسد اغراض سے پاک ہے

اس کے لئے سماع اور آلات طرب کا سننا مباح ہے۔ اگر دوران سماع میں فاسد خیال آجائے تو

وہ شخص توبہ اور استغفار کرے۔ وہ افراد جو باطن کی نظافت کے طلبگار ہیں چاہے وہ جاہل یا غافل

ہوں یا ان علماء میں سے ہوں جن کے واسطے ان کا علم حجاب اکبر بن گیا ہے اور وہ کشف و شہود

کے لطائف سے بے خبر ہیں۔

وہ افراد جو اصحاب صحو اور اہل شہود میں سے ہیں اور جن سے کوئی زمان و مکان قیامت

تک غافل نہیں رہتا، چاہے اہل غفلت اپنی تیرہ باطنی کی وجہ سے ایسے نیک افراد کے وجود سے

انکار کریں، ایسے پاک باطن افراد کے لئے سماع اور آلات مطربہ کا سننا مستحب اور مندوب الیہ

ہے۔

حضرت نابلسی نے درست فرمایا ہے۔ ”جن سے کوئی مکان اور زمان قیامت تک خالی

نہیں ہے۔ "مشکات کے باب "لَا تَقُومُ السَّاعَةُ إِلَّا عَلَى شِرَارِ الْخَلْقِ" میں صحیح مسلم کی روایت ہے۔ "لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى لَا يُقَالَ فِي الْأَرْضِ اللَّهُ اللَّهُ" اور دوسری روایت میں ہے۔ "لَا تَقُومُ السَّاعَةُ إِلَّا عَلَى شِرَارِ الْخَلْقِ" یعنی قیامت اس وقت برپا ہوگی جب زمین پر اللہ کا مبارک نام اللہ اللہ لینے والا کوئی نہیں رہے گا۔ اور دوسری روایت میں ہے۔ "قیامت بدترین خلائق پر قائم ہوگی۔"

حضرت نابلسی نے لکھا ہے۔ میں نے بعض افراد کی طلب پر رسالہ "مُحَقَّقَةُ أَوْلَى الْأَبْيَابِ فِي الْعُلُومِ الْمُسْتَفَادَةِ مِنَ النَّأْيِ وَالشَّيْبِ" لکھا ہے۔ اس رسالہ میں میں نے اُن علوم اور اسرار کا بیان کیا ہے جو کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ کمترین پر ظاہر کر دیئے ہیں۔ یہ علوم و اسرار اس اُمت پر قیامت تک ظاہر و باہر رہیں گے۔ نائی بانسری کو کہتے ہیں اور شبابہ ایک قسم کا بابا جا ہے۔

بانسری کے درد و غم کی صدا سے حضرت مولائے روم شیخ محمد جلال الدین رومی قدس سرہ نے مثنوی کی ابتدا کی ہے۔ ۱۳۳۸ھ (۱۹۲۰ء) یا ایک سال پہلے یا پیچھے کا واقعہ ہے کہ عصر کو چار گھنٹوں کے واسطے حضرت سیدی الوالد قدس سرہ گوشہ تنہائی تشریف لے جاتے تھے۔ ایک افغانی مخلص اور ہم تینوں بھائی آپ کے ساتھ ہوتے تھے۔ ۱۳۳۴ھ (۱۹۱۶ء) میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو نواسی عنایت کی۔ اس کا نام محمدی رکھا۔ جب محمدی چار پانچ سال کی ہو گئی کبھی وہ بھی ساتھ ہوتی تھی۔ دہلی میں ایک دن جب آپ کی سواری موری دروازہ سے باہر نکلی محمدی نے اپنے چھوٹے شبابہ (بابج) کو بجانا شروع کیا۔ حضرت سیدی الوالد قدس سرہ پر ایک کیفیت طاری ہو گئی۔ آپ کی مبارک آنکھوں سے آنسو بہنے لگے اور آپ کی زبان پر مثنوی شریف کے یہ دو شعر جاری ہو گئے۔

بشنوا ز نے چوں حکایت می کند وز جدائی ہا شکایت می کند

کز نیتاں تا مرا ببریہ اند از نیرم مردوزن تالیہ اند

یعنی سنو بانسری کیا بیان کر رہی ہے اور اپنے فراق کی کیا کتھا سنارہی ہے

وہ کہہ رہی ہے جب سے مجھے بانسلی سے کاٹا گیا ہے میری نیر سے مرد و عورت رو رہے ہیں۔

آپ نے اپنے مبارک احوال میں ان دو شعروں کو اتنا ڈہرایا کہ عاجز کو یاد ہو گئے اور جب آپ کو آرام ملا آپ اپنی آنکھیں بند کر کے بیٹھ گئے جب منزل گاہ پر سواری رُکی آپ نے مبارک آنکھیں کھولیں جو کہ سُرخ ہو رہی تھیں۔ یہ ہے اللہ کے نیک بندوں کا سماع اور آلاتِ مطربہ کا سنتا جس کے متعلق علامہ نابلسی فرما رہے ہیں کہ یہ مستحب اور مندوب الیہ ہے۔ اللہ کے نیک بندوں پر **وَإِنْ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا يُسْتَجِبُ بِحَمْدِهِ** (ہر شے اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرتی ہے) کے اسرار کھل جاتے ہیں۔

صاحب العلم والعرفان شیخ ابوالموہب رحمہ اللہ نے اپنے مختصر "رسالة السماع والمعاني" میں سوال و جواب لکھا ہے۔ عاجز اس کا ترجمہ لکھتا ہے۔

سوال: اللہ تعالیٰ کے مبارک کلام کو سن کر تواجد کا اظہار کیوں نہیں ہوتا۔

جواب: اللہ کا کلام قدیم ہے اور اس کا سننے والا حادث ہے، حادث اور قدیم میں کوئی مناسبت نہیں ہے لہذا کلامِ الہی سننے کے وقت خشوع و خضوع اور ہیبت کا ظہور ہوتا ہے نہ تواجد اور رقص کا۔

اب عاجز حضرت قاضی ثنار اللہ متولد ۱۳۸۱ھ متوفی ۱۳۲۵ھ کے رسالہ "حکم سرود و مزامیر و غنا" کی فصل اول کا ترجمہ لکھتا ہے۔

لے حضرت قاضی ثنار اللہ عثمانی پانی پتی قدس سرہ خلیفہ سوم حضرت ابو عبد اللہ ابو عمر عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی اولاد و امجاد سے ہیں۔ حضرت عثمان آپ کے تین تیسویں دادا ہیں۔ آپ نے علم ظاہر حضرت شاہ ولی اللہ سے پڑھا ہے۔ حضرت شاہ عبدالعزیز آپ کو بیہقی وقت کہتے تھے اور آپ نے علم باطن حضرت شمس الدین حبیب اللہ میرزا جان جاناں منظر سے حاصل کیا اور آپ کے خلیفہ اعظم تھے۔ میرزا آپ کا شاہی اعزاز تھا۔ حضرت میرزا آپ کو علم الہدی کہتے تھے اور فرماتے تھے کہ قیامت کے دن اگر اللہ تعالیٰ اجل شانہ مجھ سے پوچھے کہ تم میرے واسطے کیا تحفے لائے ہو۔ میں عرض کروں گا ثنار اللہ کو۔ حضرت قاضی صاحب نے کثرت سے کتابیں لکھی ہیں، عاجز کو ۳۳ کتابوں کا علم ہو چکا ہے۔ ان کتابوں میں آپ کا ایک مکتوب مبارک ہے جو آپ نے فضیلت پناہ جناب محمد سالار کو "حکم سرود و مزامیر و غنا" کے متعلق تحریر فرمایا ہے۔ آپ کی جلالت قدر آپ کی تالیف مبارک "تفسیر منظری" سے ظاہر ہے۔ عاجز اس مکتوب کا پہلا حصہ (فصل) لکھتا ہے۔ آپ کے ہاتھ کا لکھا ہوا رسالہ عاجز کے پاس ہے۔ عاجز ترجمہ پر اکتفا کرتا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سب تعریف اللہ رب العالمین کے لئے ہے اور اللہ تعالیٰ کی رحمت کاملہ نازل ہو اس کے بہترین خلایق حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اور آپ کے آل اور سب اصحاب پر۔

فضیلت پناہ کمالات دستگاہ برخوردار گرامی قدر محمد سالار۔ اللہ ان کو اپنے پسندیدہ اور نیک بندوں میں سے کرے۔ فقیر محمد ثناء اللہ کے سلام سنت اسلام اور برخورداری دعا دارین اور اشتیاق ملاقات کے بعد مطالعہ کریں کہ آپ کا مکتوب محبت بھرا جو آپ نے فیصح عربی عبارت میں لکھا ہے مجھ کو ملا اور انشراح خاطر کا سبب ہوا۔ آپ نے غنا کے متعلق لکھا ہے کہ اس زمانے میں مزامیر (آلاتِ طرب) کے ساتھ غنا ہوتا ہے اور اصحاب وجد حق حق کہتے ہیں اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ مطلق غنا فعل حرام ہے اور جب کہ مزامیر (آلاتِ طرب) کے ساتھ ہو تو حرام قطعی ہے اور اس کا منکر اور ایسے غنا کو حلال کہنے والا کافر ہے۔ جیسا کہ القدسی نے الحادی میں لکھا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ مزامیر بجانے کے وقت اللہ تعالیٰ کے پاک ناموں میں سے کسی نام کا لینا کفر ہے۔

برخوردار، اہل اسلام کے کافر کہنے میں جلدی نہیں کرنی چاہیے۔ حضرت ابوذر کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ جو شخص کسی کو کافر کہے یا عدو اللہ (اللہ کا دشمن) کہے اور وہ شخص نہ کافر ہو، نہ اللہ کا دشمن ہو تو کہنے والے کی یہ بات خود اس پر لوٹے گی۔ یہ بخاری و مسلم میں ہے۔

اور جامع الفتاویٰ میں ہے۔ عالم کو چاہیے کہ جب کسی کو کافر قرار دینے کا مسئلہ اس کے پاس آئے تو وہ کافر کہنے میں جلدی نہ کرے، جب کہ وہ قائل اس اسلام کا ہے جو کہ تلواروں کے چھاؤں تلے ہے۔ از ملتقط۔ اور فصول عمادی میں ہے۔ اگر کسی مسئلہ میں کئی وجوہات کافر قرار دینے کی ہیں اور ایک وجہ کافر قرار دینے سے روکے مفتی پر واجب ہے کہ وہ اس ایک وجہ کی پیروی کرے، وہ مسلمان کے ساتھ نیک خیال رکھے، خاص کر یہ حسن ظن اکابر دین کے معاملہ تک پہنچتا ہو۔ اللہ تعالیٰ ان حضرات کی محبت اور ان کی پیروی سے ہم کو نوازے۔

دیکھو حضرت شاہ العالمین شیخ عبدالقدوس گنگوہی قدسنا اللہ بسره العزیز باوجود کمال علم ظاہر اور رفعت شان کے علم باطن میں سماع اور مزامیر کے ساتھ غنا میں کس قدر افراط کرتے تھے۔ (بقول سعدی رحمۃ اللہ علیہ) ۵

۱۔ گر خدا خواہد کہ پردہ کس درد میباش اندر طعنہ پا کاں برد

۲۔ در خدا خواہد کہ پوشد عیب کس کم زند در عیب محبوباں نفس

۱۔ اگر خدا چاہتا ہے کہ کسی کا پردہ چاک ہو وہ اس کے میلان طبیعت کو نیکیوں کے طعنہ کی طرف لے جاتا ہے۔

۲۔ اور اگر خدا چاہتا ہے کہ کسی کے عیب چھپے رہیں وہ محبوب افراد کے عیب بیان کرنے میں کم پڑتا ہے۔

اب میں غنا و مزامیر کی حلت و حرمت کے سلسلہ میں بیان کرتا ہوں۔ غنا کے متعلق آیات اور احادیث متعارض ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے حرمت غنا کے متعلق فرمایا ہے۔ وَمِنَ النَّاسِ مَن يَشْتَرِي لَهْوَ الْحَدِيثِ لِيُضِلَّ عَن سَبِيلِ اللَّهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَيَتَّخِذَهَا هُزُوًا أُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِينٌ (لقمان - ۶) اور ایک لوگ ہیں کہ خریدار ہیں کھیل کی باتوں کے تانہ بچھلا دیں (علیحدہ کر دیں) اللہ کی راہ سے بن سمجھے اور ٹھہرا دیں اس کو ہنسی، وہ جو ہیں ان کو ذلت کی مار ہے۔ اور ابو امامہ کی روایت ہے۔ جو گانے کے واسطے آواز بلند کرتا ہے اللہ اس کے دونوں مونڈھوں پر دو شیطان بھیجتا ہے اور وہ شیطان اس کے سینہ پر ایڑھیاں مارتے ہیں جب تک کہ وہ خاموش ہوتا ہے۔ (ابن ابی الدنیا اور طبرانی نے روایت کی ہے) شیخ عبدالرحیم عراقی نے کہا ہے کہ حدیث ضعیف ہے اور حضرت عائشہ کی روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حرام کر دیا ہے گانے والی لونڈی کو اور اس کے بچنے کو اور اس کی قیمت کو اور اس کی تعلیم کو۔ طبرانی نے اوسط میں روایت کی ہے اور بیہقی نے کہا ہے کہ یہ روایت محفوظ نہیں ہے۔ اس کے بعد حضرت قاضی نے ان ضعیف روایات کا ذکر کیا ہے جن کو یہ عاجز پہلے ذکر کر چکا ہے اور ان کے ضعف کا بیان بھی گزر چکا ہے۔ اور پھر حضرت قاضی ثناء اللہ نے ان روایات کا بیان کیا ہے جن سے سماع اور آلات طرب کا سننا ثابت ہے اور اس میں یہ روایت بھی ہے کہ ربیع دختر معوذ

نے کہا کہ میری شادی کی پہلی رات تھی کہ سردارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور میرے پاس بچھونے پر بیٹھ گئے (حضرت معوذ اور ان کے بھائی حضرت معاذ بدر کی لڑائی میں شہید ہوئے تھے) لڑکیوں نے دَف بجانا شروع کیا اور ہمارے آباء کی شہادت کا ذکر کر رہی تھیں۔ اس دوران میں ایک لڑکی نے پڑھا: "وَفِينَا نَبِيٌّ يَعْلَمُ مَا فِي غَدِي" اور ہم میں اللہ کے نبی ہیں جو آنے والے کل کی بات جانتے ہیں۔ یہ سن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "دَعِيَ هَذِهِ وَقَوْلِي بِاللَّذِي كُنْتُ تَقُولِينَ" تم اس کو چھوڑو اور جو کہہ رہی تھیں وہ کہو" (یہ روایت بخاری کی ہے) اور یہ روایت بھی ہے۔ عامر بن سعد کہتے ہیں۔ میں ایک شادی میں قرظہ بن کعب اور ابو مسعود کے پاس گیا وہاں لڑکیاں گارہی تھیں۔ میں نے ان دونوں حضرات سے کہا: "اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دو صحابو اور اے اہل بدر۔ آپ کے پاس یہ کیا کیا جاتا ہے؟ انھوں نے فرمایا بیٹھ جاؤ اگر چاہو تو ہمارے ساتھ اس کو سنو اور چلے جاؤ اگر چاہو، شادی بیاہ کے موقع پر گانے بجانے کی ہم کو رخصت ہے (نسائی کی روایت ہے)۔ اس کے بعد حضرت قاضی نے فصل لکھ کر حضرت ائمہ کا مسلک بیان کیا ہے اور لکھا ہے۔ حرمتِ غنا کے متعلق نصوص متعارض ہیں اور حضرت امام ابو حنیفہ نے از روئے احتیاط حرام کہہ دیا ہے اور۔ امام شافعی نے حرمتِ غنا کی روایات کو لہو پر اور خوفِ فتنہ پر حمل کیا ہے اور وہ غنا جو صحیح مقصد سے ہو، مثلاً اعلانِ نکاح ہو تو غنا مباح ہے اور امام اعظم ابو حنیفہ کا بھی یہی مسلک ہے۔ ہدایہ کی کتاب الغصب میں لکھا ہے کہ غازیوں کا ڈھول، شادی بیاہ کے دَف کو اگر کوئی تلف کر دے اس پر ضمانِ بلا خوف لازم ہے۔ امام حجۃ الاسلام محمد غزالی نے احیاء العلوم میں فرمایا ہے کہ وہ غنا حرام ہے جو شیطانی خیالات کی بنا پر ہو اور وہ غنا جو اللہ کی محبت پیدا کرتی ہے وہ محبوب ہے اور عبادت ہے۔ اور وہ غنا جو نہ شیطانی خیالات کی بنا پر ہے اور نہ اللہ کی محبت پیدا کرنے کے لئے ہو وہ لذاتِ مباحہ کی طرح مباح ہے۔ وہ سرور کے اوقات میں اضافہ سرور کرتا ہے۔ اگر سرور مباح ہے وہ غنا اور سماع بھی مباح ہے۔ جیسے ایامِ عید میں، نکاح کے وقت، غائب کے آجانے کے وقت، ولیمہ کے کھانے کے وقت، بچے کی ولادت، اس کے عقیقہ کے

وقت، ختنہ کے وقت، کلام پاک کے حفظ کرنے کے دن اور اس طرح کے خوشی کے ایام اور اوقات میں۔ اس قول کو اکثر علماء حنفیہ نے اختیار کیا ہے۔ الخزانہ میں الکافی سے منقول ہے۔ "حُرْمَةُ التَّغْنِي وَغَيْرِهِ مُقَيَّدَةٌ بِاللَّهُوِ فَمَا يَكُونُ لِغَيْرِ اللَّهِ هُوَ لِقَرَضِ الدِّينِ كَمَا فِي الْعَرَسِ وَالْوَلِيمَةِ وَاسْتِعْذَادِ الْغَزَاةِ وَالْقَافِلَةِ وَلِحُصُولِ رِقَّةِ قُلُوبِ عِبَادِ اللَّهِ، الْمُرْضِيَةِ عِنْدَ اللَّهِ لَا يَكُونُ حَرَامًا عَلَى مَذْهَبِ الْحَنْفِيَّةِ وَفِي الْأَقْنَاعِ إِنَّ السَّمَاعَ يُحْصَلُ بِهِ رِقَّةُ الْقَلْبِ وَالْخُشُوعُ وَانْثَارَةُ الشُّوقِ إِلَى لِقَاءِ اللَّهِ تَعَالَى وَالْخَوْفُ مِنْ سَخَطِهِ وَعَذَابِهِ وَالْمَفِضِيُّ إِلَى ذَلِكَ قُرْبَةً فَإِذَا كَانَ السَّمَاعُ هَكَذَا فَكَيْفَ يَكُونُ فِيهِ شَائِبَةٌ لِلَّهِ هُوَ وَالرُّهُوَاءُ۔"

”گانے وغیرہ کی حرمت مقید (یعنی مشروط) ہے لہو سے اور جو گانا غیر لہو کے لئے از امر دین ہو جیسا کہ شادی بیاہ، ولیمہ، غازیوں کو مستعد کرنے، قافلہ کے آنے، بندگانِ خدا کے دلوں میں رقت پیدا کرنے کے لئے ہو جو مرضی ہے اللہ کے نزدیک، حنفیہ کے مذہب میں حرام نہیں ہے اور ”الاقناع“ میں ہے۔ یقیناً سماع سے دل میں رقت اور خشوع اور اللہ تعالیٰ سے ملنے کا شوق اور اس کی ناراضگی اور عذاب کا ڈر پیدا ہوتا ہے۔ جبکہ سماع میں یہ باتیں ہوں تو پھر اس میں لہو اور خواہشاتِ نفسانیہ کا شائبہ کیسے ہو سکتا ہے۔

حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی علماءِ ظاہر میں بلند پایہ عالم اور اولیاء اللہ کے رئیس تھے رضی اللہ عنہ۔ وہ عوارف میں فرماتے ہیں۔ السَّمَاعُ يَسْتَجَلِبُ الرَّحْمَةَ مِنَ اللَّهِ الْكَرِيمِ۔ سماع کرم کرنے والے اللہ سے رحمت جذب کرتی ہے۔

حضرت خواجہ خواجگانِ عالی شان خواجہ بہاؤ الدین نقشبند رضی اللہ عنہ نے سماع کے متعلق فرمایا ہے نہ ایں کارمی کنم و نہ انکارمی کنم نہ میں یہ کام کرتا ہوں اور نہ انکار کرتا ہوں۔ حضرت خواجہ خواجگان کے طریقہ کی اساس اتباع سنت پر ہے۔ اور یہ یقینی امر ہے، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کا معمول سماع نہ تھا۔ آپ نے ارشاد کیا۔ نہ ایں کارمی کنم و نہ انکارمی کنم۔ اور چونکہ حضرت خواجہ کے نزدیک سماع کی حرمت ثابت نہ تھی آپ نے ارشاد کیا۔ نہ انکارمی کنم۔ نہ میں اس کا انکار کرتا ہوں۔ اگر آپ کے نزدیک سماع

حرام ہوتا، آپ انکار فرماتے۔

فضیلت پناہ محمد سالار صاحب، اس تحقیق کے بیان کرنے کے بعد آپ سے کہتا ہوں۔ آپ کا یہ لکھنا "لَا شَكَّ أَنْ مُطْلَقَ الْغِنَاءِ فَعَلٌ حَرَامٌ" (اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ مطلقاً غنا فعل حرام ہے) بے جا ہے۔ غنا مطلقاً کس طرح حرام ہوگا جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غنا کے بعض افراد کو جائز رکھا ہے۔ اور پھر آپ نے لکھا ہے۔ "الْغِنَاءُ الَّذِي بِالْمِزَامِيرِ حَرَامٌ قَطْعِيٌّ يَكْفُرُ حَاحِدًا وَمُسْتَحِلٌّ" (مزامیر کے ساتھ غنا حرام قطعی ہے کہ اس کا منکر اور اس کو جائز کہنے والا کافر ہے) یہ قول بھی بے جا ہے کیوں کہ نکاح میں دف بجانے کا حکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیا ہے اور امام مالک نے نکاح میں دف بجانے کو شرط صحت نکاح قرار دیا ہے۔ اب جب کہ دف کا بجانا اعلان نکاح کے لئے حلال یا مستحب ہو تو پھر ڈھول، طنبورہ، نقارہ وغیرہ کو دف کے حکم سے الگ کرنے کی کیا وجہ ہے؟ ان میں کیا تفاوت ہے؟ لہو کے لئے سب حرام ہیں اور صحیح مقصد کے لئے سب حلال ہیں کیونکہ اعلان نکاح ان سب سے ہو جاتا ہے۔ دف میں اور دوسرے آلاتِ طرب میں فرق کرنا غیر معقول بات ہے اور اگر فرضاً ہم آلاتِ طرب (مزامیر) کی حرمت تسلیم کر لیں، حرام قطعی کہنے کی گنجائش کہاں سے نکل آئی؟ قطعی دلیل یا تو آیتِ محکمہ ہے، یا متواتر حدیث ہے یا امت کا اجماع۔ اور پھر میں کہتا ہوں۔ اگر مزامیر کے لئے حرمت تسلیم کر لی جائے، وہ حرمت احادیثِ آحاد سے ہے اور وہ ظنی دلیل ہے اور اس کے انکار سے کفر ثابت نہیں ہوتا۔

عاجز ابوالحسن زید کہتا ہے حضرت امام عالی مقام رحمہ اللہ و رضی عنہ کی باریک بینی ہے کہ آپ ایسے حرام کو مکروہ تحریمی کہتے ہیں۔ افسوس کا مقام ہے کہ فقہائے کرام نے لفظ مکروہ ہٹا کر صرف حرام لکھنا شروع کر دیا جس کی وجہ سے غیر مستدرّب اور ناواقف افراد مکروہ تحریمی کو حرام قطعی سمجھ گئے، جیسا کہ مولانا محمد سالار نے کیا ہے۔ حضرت قاضی ثنار اللہ نے لکھا ہے احادیثِ آحادِ ظنی ہے۔ اس کے انکار سے کفر ثابت نہیں ہوتا۔ شکاری جانور کی حرمت احادیثِ آحاد سے ثابت ہے۔ اور یہ ظنی دلیل ہے۔ امام مالک اس کی حرمت کے قائل نہیں

ہیں، وہ اس کو مکروہ کہتے ہیں۔ امام شافعی کے نزدیک شطرنج مباح ہے حالانکہ وہ لہو ہے۔ اور احادیثِ آحاد سے حرمت ثابت ہے۔ حضرت امامِ اعظم کے نزدیک شراب (خمر) کے علاوہ اگر تھوڑی مقدار میں مسکرات کا استعمال کیا جائے جس سے بیہوشی نہ ہو حلال ہے، حالانکہ حدیث وارد ہے۔ مَا اسْكَرَ كَثِيرُهُ فَقَلِيلُهُ حَرَامٌ جس کی زیادہ مقدار بیہوش کرے اسکی تھوڑی مقدار بھی حرام ہے۔ سن لو، مزامیر (آلاتِ طرب) کو حلال سمجھنے والا ہرگز کافر نہیں ہے اور جو بات حادی نے کہی ہے وہ صورت لہو و لعب کی ہے۔ یعنی لہو و لعب کے لئے گانا باجا ہو رہا ہے، اس صورت میں اللہ تعالیٰ کا نام لینا اللہ کے نام کی بے حرمتی ہے اور یہ کفر ہے۔ اور جو شخص اللہ کی یاد کے لئے مزامیر بجاتا ہے اور کوئی اللہ اللہ یا حق حق کہتا ہے، مباح فعل کر رہا ہے وہ کافر نہیں ہے۔ اگر کوئی شخص کہے ایسے نیک افراد اس زمانہ میں نہیں ہیں۔ غلط بات کہہ رہا ہے۔ حدیث شریف ہے۔ لَا يَزَالُ مِنْ أُمَّتِي أُمَّةٌ قَائِمَةٌ بِأَمْرِ اللَّهِ لَا يَضُرُّهُمْ مَنْ خَذَلَهُمْ وَلَا مَنْ خَالَفَهُمْ۔ میری امت میں ایک جماعت ہمیشہ رہے گی جو اللہ کے امر پر قائم رہے گی۔ اس کو کسی کے بُرا کہنے سے نقصان نہ ہوگا اور نہ اس کو کسی کی مخالفت سے تکلیف پہنچے گی۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے مَثَلُ أُمَّتِي كَمَثَلِ الْمَطْرِ لَا يَذْرَى أَوْلَاهَا خَيْرٌ أَمْ آخِرُهَا۔ میری امت کی مثال مینہ کی طرح ہے نہیں معلوم ہوتا کہ اُس کا پہلا حصہ خیر و برکت کا ہے یا آخری حصہ۔

اے برادرِ سنو، اہلِ وجد تین قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک اصحابِ کمال۔ ان کے باطن میں فیضانِ الہی ہوتا ہے اور وہ بے اختیار ہو جاتے ہیں، اس جماعت کو حزبِ اللہ کہتے ہیں (اللہ کی جماعت) اس جماعت سے انکار کرنا دین کی خرابی کا سبب ہوتا ہے۔ حدیثِ قدسی ہے۔ مَنْ عَادَى لِيُ وَلِيًّا فَقَدْ بَادَى لِيُ بِأَعْدَائِي جو شخص دشمنی کرتا ہے میرے ولی سے اس نے مجھ سے لڑائی کی ٹھانی ہے۔ (یہ حدیث صحیحین میں ہے)

دوسرے وہ لوگ ہیں جو احوالِ شریفہ حاصل کرنے کے واسطے سماع کرتے ہیں۔ وہ چاہتے ہیں کہ اُن پر وارداتِ الہیہ کا اثر ہو چونکہ ان کا مقصد اچھا ہے لہذا وہ بھی محمود اور اچھے ہیں۔ تیسرے وہ لوگ ہیں جو تکلف سے وجد کرتے ہیں تاکہ لوگ اُن کو اچھا کہیں یہ فاسق ہیں۔ تمام ہوئی تحریر حضرت قاضی ثنار اللہ کی۔

مسک الختام در بیان مسک شاہ ولی اللہ

حضرت شاہ غلام علی قدس اللہ سرہ نے حضرت شمس الدین حبیب اللہ جان جانا منظر رضی اللہ عنہ سے سنا کہ حضرت شاہ ولی اللہ نے طریقہ جدیدہ کا بیان کیا ہے۔ اسرار معرفت اور غوامض علوم کے بیان میں اُن کا خاص طرز ہے باوجود ان علوم و کمالات کے وہ علمائے ربانیوں میں سے ہیں محقق صوفیہ میں اُن جیسا علم ظاہر باطن کا جامع اور علوم جدیدہ کا بیان کرنے والا ایسے چند ہی افراد گزرے ہوں گے۔ (مقامات منظری) مولانا سید عبدالحی ندوی نے "نزہۃ الخواطر" کی جلد ۶ ص ۲۴ میں لکھا ہے کہ علامہ فضل حق فرزند علامہ فضل امام خیر آبادی الوری میں تھے اور ان کے ہاتھ میں حضرت شاہ ولی اللہ کی تالیف "ازالۃ الخفایہ" تھی اور وہ فرما رہے تھے جس شخص نے یہ کتاب تالیف کی ہے وہ ایسا بحر ذخار ہے کہ جس کا ساحل نظر نہیں آتا اُن پر رد و قدح کرنے والا ایسا غبی اور جاہل ہے کہ اس کے اچھے ہونے کی امید نہیں۔

اور مولانا مفتی عنایت احمد کاکوروی کا قول ہے کہ شاہ ولی اللہ کا مثل شجر طوبیٰ ہے کہ اس کی جڑ شاہ ولی اللہ کے گھر میں ہے اور اس کی شاخیں مسلمانوں کے گھروں میں ہیں۔ مسلمانوں کا کوئی گھر اور کوئی جگہ ایسی نہیں ہے جہاں اس مبارک درخت کی شاخ نہ پہنچی ہو۔

حضرت شاہ ولی اللہ نے ایسا نامزا میر کے ساتھ تختا سنا ہے اور بغیر فرامیر کے زیادہ سنا ہے۔ القول الجلی فارسی کے ص ۳۷ میں ہے کہ آپ کو شدید مرض لاحق ہوا جب مرض میں کچھ تخفیف ہوئی آپ نے گانے والے سے کہا: انا آپ پر جوش و خروش کا عالم طاری ہوا اور آپ نے فرمایا: ہمہ اوست ہے نہ ہمہ از دست یعنی وحدت صرف ہے اور بس اور القول الجلی کے ص ۳۶ میں ہے کہ ایک شخص نے آپ سے درمانت کیا۔ فرامیر کی آواز میں آپ کو حسن لذت محسوس ہوتی ہے یا نہیں حکایت فرمائی کہ بہت لذت محسوس کرتا ہوں اگر میں کچھ وقت اس میں صرف کروں میں باقی اشغال سے ہاتھ دھو بیٹھوں گا۔ اللہ نے مجھ کو تبرک کی پابندی کا لباس پہنایا ہے لہذا خلاف شرع امور سے مجھ کو نفرت دی ہے بدعتوں میں بیٹھنے سے نفرت ہے اور ناچنے میں گانے سننے یا کسی غیر شریفہ عورت سے نکاح کرنے سے مجھ کو نفرت ہے میری جان جان کی غیبت اس پر ہے کہ تجلی اعظم کا نقش اس پر لگا ہے اور یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے میرا میں مجھ کوئی رشتہ ہے حضرت نے فرمایا ہے: سن لو اللہ نے مجھ کو اپنا خلیل بنایا ہے اور جس کو اللہ اپنا خلیل بنائے وہ غیر اللہ کو کیسے خلیل بنائے۔ تمام ہوا رسالہ غنا و سماع اصفیاء۔ الحمد لله اولاً و آخراً و الصلاۃ علی نبیہ ابدًا مجددًا۔

فہرست مطبوعات شاہ ابوالخیر اکاڈمی

۱۰ روپے	۱۵۔ مسئلہ ضبط ولادت ۱۸۲۲ء ۸۵ صفحات آفٹ	۴۵ روپے	۱۔ مقامات اخیار (فارسی) سائز ۲۶×۲۰ ۵۹۲ صفحات آفٹ
۱۰ روپے	۱۶۔ وحدۃ الوجود ادربیان وحدۃ الشہود ۱۸۲۲ء ۸۴ صفحات آفٹ	۴۵ روپے	۲۔ مقامات خیر طبع جدید سائز ۲۶×۲۰ ۸۰۰ صفحات آفٹ
۱۰ روپے	۱۷۔ المجموعۃ السنیۃ در رد روافض ۱۸۲۲ء ۹۶ صفحات آفٹ	۳۵ روپے	۳۔ سوانح بے بہائے امام اعظم ابوحنیفہ ۲۰×۲۶ ۳۸۴ صفحات آفٹ
۱۰ روپے	۱۸۔ عفانیات باقی (فارسی) ۱۸۲۲ء ۱۶۸ صفحات آفٹ	۳۰ روپے	۴۔ مقامات خیر طبع قدیم ۱۸۲۲ء ۸۰۰ صفحات آفٹ
۹ روپے	۱۹۔ غنار و سماع اصفیاء ۱۸۲۲ء ۵۶ صفحات آفٹ	۳۰ روپے	۵۔ القول الجلی (فارسی) ۲۰×۲۶ ۵۶۰ صفحات آفٹ
۶ روپے	۲۰۔ رسائل معرفت افزا ۱۸۲۲ء ۴۸ صفحات آفٹ	۱۵ روپے	۶۔ حضرت مجدد اور ان کے ناقدین ۱۸۲۲ء ۲۵۶ صفحات آفٹ
۶ روپے	۲۱۔ فیصلہ پنج مسئلہ ۲۰×۳۰ ۸۰ صفحات آفٹ	۱۵ روپے	۷۔ تاریخ القرآن ۱۸۲۲ء ۱۴۴ صفحات آفٹ
۶ روپے	۲۲۔ ہندوستانی قدیم مذاہب اور حضرت میرزا مظہر ۶ روپے ۱۸۲۲ء ۷۲ صفحات آفٹ	۱۵ روپے	۸۔ مجموعہ خیر البیان ۱۸۲۲ء ۱۷۶ صفحات آفٹ
۶ روپے	۲۳۔ موسیٰ الارواح ۲۰×۳۰ ۱۰۴ صفحات آفٹ (جہان آراذختر شاہجہاں کار سارا مشائخ چشتیہ کے حوالے سے)	۱۲ روپے	۹۔ بزم خیر از زید در جواب بزم جمشید ۱۸۲۲ء ۱۶۰ صفحات آفٹ
۳ روپے	۲۴۔ سوانح حیات سید عارفین شاہ بلال ۱۸۲۲ء ۷۲ صفحات آفٹ	۱۲ روپے	۱۰۔ علامہ ابن تیمیہ اور ان کے ہم عصر علماء ۱۸۲۲ء ۱۳۲ صفحات آفٹ
۳ روپے	۲۵۔ القول الجلی کا مقدمہ اور اختتامیہ ۱۸۲۲ء ۶۴ صفحات آفٹ	۱۲ روپے	۱۱۔ زیارت خیر الانام ترجمہ شفا السقام ۱۸۲۲ء ۱۷۶ صفحات آفٹ
۳ روپے	۲۶۔ منہج التبار فی الصلاة علی الانبیاء والرضاعن الاولیاء ۲۰×۳۰ ۱۶ صفحات آفٹ	۱۰ روپے	۱۲۔ مولانا اسماعیل اور تقویۃ الایمان ۱۸۲۲ء ۱۲۰ صفحات آفٹ
۳ روپے	۲۷۔ خیر المقال فی اثبات رویت الہلال ۲۰×۳۰ ۲۸ صفحات آفٹ	۱۰ روپے	۱۳۔ مدارج الخیر بیان طریقہ نقشبندیہ مجددیہ ۱۸۲۲ء ۱۲۸ صفحات آفٹ
۳ روپے	۲۸۔ اشک ہائے غم (فارسی کلام) ۲۰×۳۰ ۳۲ صفحات	۱۰ روپے	۱۴۔ معمولات خیر ۲۰×۳۰ ۱۲۸ صفحات آفٹ

اس پتہ سے منگائیے (تاجران کتب کو ۳۳ فیصد کمیشن)

شاہ ابوالخیر اکاڈمی، شاہ ابوالخیر مارگ، دہلی-۶

فہرست مطبوعات شاہ ابوالخیر اکاڈمی

۱۰ روپے	۱۵۔ مسئلہ ضبط ولادت ۱۸۲۲ء ۸۵ صفحات آفٹ	۴۵ روپے	۱۔ مقاماتِ اخیار (فارسی) سائز ۲۶×۲۰ ۵۹۲ صفحات آفٹ
۱۰ روپے	۱۶۔ وحدۃ الوجود ادربیان وحدۃ الشہود ۱۸۲۲ء ۸۴ صفحات آفٹ	۴۵ روپے	۲۔ مقاماتِ خیر طبع جدید سائز ۲۶×۲۰ ۸۰۰ صفحات آفٹ
۱۰ روپے	۱۷۔ المجموعۃ السنیۃ در ردِ روافض ۱۸۲۲ء ۹۶ صفحات آفٹ	۳۵ روپے	۳۔ سوانح بے بہائے امام اعظم ابوحنیفہ ۲۰×۲۶ ۳۸۴ صفحات آفٹ
۱۰ روپے	۱۸۔ عفانیاتِ باقی (فارسی) ۱۸۲۲ء ۱۶۸ صفحات آفٹ	۳۰ روپے	۴۔ مقاماتِ خیر (طبع قدیم) ۱۸×۲۲ ۸۰۰ صفحات آفٹ
۹ روپے	۱۹۔ غنار و سماع اصفیاء ۱۸۲۲ء ۵۶ صفحات آفٹ	۳۰ روپے	۵۔ القول الجلی (فارسی) ۲۰×۲۶ ۵۶۰ صفحات آفٹ
۶ روپے	۲۰۔ رسائل معرفت افزا ۱۸۲۲ء ۴۸ صفحات آفٹ	۱۵ روپے	۶۔ حضرت مجدد اور ان کے ناقدین ۱۸۲۲ء ۲۵۶ صفحات آفٹ
۶ روپے	۲۱۔ فیصلہ پنج مسئلہ ۲۰×۳۰ ۸۰ صفحات آفٹ	۱۵ روپے	۷۔ تاریخ القرآن ۱۸۲۲ء ۱۴۴ صفحات آفٹ
۶ روپے	۲۲۔ ہندوستانی قدیم مذاہب اور حضرت میرزا مظہر ۶ روپے ۱۸۲۲ء ۷۲ صفحات آفٹ	۱۵ روپے	۸۔ مجموعہ خیر البیان ۱۸۲۲ء ۱۷۶ صفحات آفٹ
۶ روپے	۲۳۔ موسیٰ الارواح ۲۰×۳۰ ۱۰۴ صفحات آفٹ (جہان آراذختر شاہجہاں کار سارا مشائخِ چشتیہ کے حوالے سے)	۱۲ روپے	۹۔ بزمِ خیر از زید در جواب بزمِ جمشید ۱۸۲۲ء ۱۶۰ صفحات آفٹ
۳ روپے	۲۴۔ سوانح حیات سید عارفین شاہ بلال ۱۸۲۲ء ۷۲ صفحات آفٹ	۱۲ روپے	۱۰۔ علامہ ابن تیمیہ اور ان کے ہم عصر علماء ۱۸۲۲ء ۱۳۲ صفحات آفٹ
۳ روپے	۲۵۔ القول الجلی کا مقدمہ اور اختتامیہ ۱۸۲۲ء ۶۴ صفحات آفٹ	۱۲ روپے	۱۱۔ زیارتِ خیر الانام ترجمہ شفا السقام ۱۸۲۲ء ۱۷۶ صفحات آفٹ
۳ روپے	۲۶۔ منہج التبار فی الصلاة علی الانبیاء والرضاعن الاولیاء ۲۰×۳۰ ۱۶ صفحات آفٹ	۱۰ روپے	۱۲۔ مولانا اسماعیل اور تقویۃ الایمان ۱۸۲۲ء ۱۲۰ صفحات آفٹ
۳ روپے	۲۷۔ خیر المقال فی اثبات رویت الہلال ۲۰×۳۰ ۲۸ صفحات آفٹ	۱۰ روپے	۱۳۔ مدارج الخیر بیان طریقہ نقشبندیہ مجددیہ ۱۸۲۲ء ۱۲۸ صفحات آفٹ
۳ روپے	۲۸۔ اشک ہائے غم (فارسی کلام) ۲۰×۳۰ ۳۲ صفحات	۱۰ روپے	۱۴۔ معمولاتِ خیر ۲۰×۳۰ ۱۲۸ صفحات آفٹ

اس پتہ سے منگائیے (تاجران کتب کو ۳۳ فیصد کمیشن)

شاہ ابوالخیر اکاڈمی، شاہ ابوالخیر مارگ، دہلی-۶